تقویٰ کے چار انعامات
روزی کی فراخی کا نسخۂ اکسیر .... تقویٰ
ہر چھوٹی بڑی پریشانی کا حل .... تقویٰ
اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کا ذریعہ .... تقویٰ
جنت کی نعمتوں کے حصول کا سبب .... تقویٰ
تقویٰ کے انعامات کی وضاحت
مستند واقعات کی روشنی میں
تالیف
حضرۃ مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم
خلیفۂ مجاز
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب
تلمیذ رشید
حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی
ناشر
جامعہ خلفائے راشدین
مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی موبائل: 0333-2226051

فہرست

حضرۃ مولانا مفتی **احمد ممتاز** صاحب دامت برکاتہم

سے فون پر مسائل پوچھنے کے اوقات

صبح 11:30 تا 12:30

دوپہر 03:00 تا 05:00،

اور بعد عشاء 09:30 تا 10:30

رابطہ نمبر : **0333-2226051**

﴿ بسم الله الرحمن الرحيم ﴾

الحمد لله وحده و الصلوٰة و السلام على من لا نبي بعده!

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

يأيها الذين أمنوا اتقوا الله و كونوا مع الصادقين ..... و قال سبحانه

و تعالىٰ : فألهما فجورها و تقوها.

دوزندگیاں ہیں: (۱) تقویٰ کی زندگی (۲) فسق وفجور کی زندگی

تقویٰ کی تعریف: ''امتثال الأوامر و الاجتناب عن النواهي'' اوامر کو پورا کرنا اور تمام معاصی ومنکرات سے اجتناب کرنا...... حاصل اس زندگی کا یہ ہے کہ انسان پورے طور پر اللہ تعالیٰ کا مطیع، فرمانبردار اور وفادار بن کر جیتا رہے۔

فسق وفجور کی تعریف: ''ترک الأوامر و ارتكاب المعاصي'' اوامر کو چھوڑنا اور معاصی کا ارتکاب کرنا......حاصل اس کا یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور اور فاسق ونافرمان بن کر جیتا رہے۔

تقویٰ کی زندگی اللہ تعالیٰ کی نظر میں اور اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کی نظر میں سب سے قیمتی، محبوب اور مفید زندگی ہے اس لئے انسان کو اس زندگی کے اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے تقویٰ کو اس پر فرض کیا گیا ہے......فرمایا:''يأيها الذين أمنوا اتقوا لله'' : اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دو......یعنی تقویٰ کی زندگی اختیار کرلو۔

آپ ﷺ نے بھی اپنی امت کو حکم دیتے ہوئے فرمایا : ''اتق المحارم تكن أعبد الناس'' گناہوں کو چھوڑ دو یعنی تقویٰ اختیار کرلو، سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے۔

تقویٰ کی زندگی باری تعالیٰ کے انعامات کا سبب اور ذریعہ ہے اور فسق وفجور کی زندگی اللہ تعالیٰ کے غضب، لعنت اور عذاب کا ذریعہ ہے۔

﴿تقویٰ کے انعامات﴾

تقویٰ کی زندگی پر کتنے اور کیا کیا انعامات ملتے ہیں؟ یہ تو بے شمار ہیں البتہ ان میں چار بڑے انعام یہ ہیں۔

پہلا انعام: ہر مشکل اور پریشانی سے نکلنے کا راستہ عطا ہوتا ہے، فرمایا :"**و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا**" جو ہر قسم کی مشقت برداشت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس مشقت سے نکلنے کا راستہ دیتے ہیں اور فرمایا :"**و من یتق اللہ یجعل لہ من أمرہ یسرا**" جو تقویٰ اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو آسان بنا دے گا۔

دوسرا انعام: رزق کا مسئلہ جس سے آج کل ہر ایک پریشان ہے، تقویٰ کی برکت سے حل ہو جاتا ہے، فرمایا:"**و یرزقہ من حیث لا یحتسب**" کہ متقی کو ایسی جگہ سے رزق دیا جاتا ہے جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا اور فرمایا:"**و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ أمرہ قد جعل اللہ لکل شئ قدرًا**" اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اعتماد رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ پورا کر لیتا ہے اپنا کام، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ رکھا ہے۔

متقی شخص کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ پر ہر معاملے میں اعتماد اور بھروسہ رکھے، صرف اسباب پر نہ رکھے، اللہ تعالیٰ کی قدرت ان اسباب کی پابند نہیں، جو کام اللہ تعالیٰ کو کرنا ہو وہ پورا ہو کر رہتا ہے، اسباب بھی اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت کے تابع ہیں ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اندازہ ہے۔ اسی کے موافق وہ چیز ظاہر ہوتی ہے اس لئے اگر کسی چیز کے حاصل ہونے میں دیر ہو جائے تو متقی اور متوکل کو گھبرانا نہیں چاہیئے۔

تیسرا انعام: تقویٰ سے اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے، فرمایا:"**و اعلموا أن اللہ مع المتقین**"، یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ اہلِ تقویٰ کے ساتھ ہیں۔

چوتھا انعام: تقویٰ سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور جنت نصیب ہوتی ہے، فرمایا: "**و من یتق اللہ یکفر عنہ سیاتہ و یعظم لہ أجرًا**" اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے یعنی گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو مٹا دیتے ہیں اور اسکے اجر و ثواب کو بڑھا دیتے ہیں۔

ان چار انعامات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر اور حیاتِ تقویٰ دارین کے خزانوں کی کنجی اور تمام

کامیابیوں کا ذریعہ ہے اور اسی سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں، بے قیاس وگمان روزی ملتی ہے، گناہ معاف ہوتے ہیں، جنت ہاتھ آتی ہے، اجر بڑھتا ہے اور ایک عجیب قلبی سکون اور اطمینان نصیب ہوتا ہے جس کے بعد کوئی سختی، سختی نہیں رہتی اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کافور ہو جاتی ہیں …… ہمارے حضرت عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے کیا خوب فرمایا……

زندگی پُرکیف پائی گرچہ دل پُرغم رہا ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

آگے ان انعامات سے متعلق چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

﴿تقویٰ کا پہلا انعام……اور……واقعات﴾

واقعہ نمبر۱: درخت نے جگہ چھوڑ دی

و عن جابرٍ رضی اللہ عنہ قـال: سرنا مع رسول الله ﷺ حتـى نزلنا واديا اَفْيَح فذهب رسول الله ﷺ يقضى حاجته فلم ير شيئا يستتر به و اذا شجرتين بشاطئى الوادى فانطلق رسول الله ﷺ الى أحـدهـمـا فأخذ بغصن من أغصانها فقال: انقادى علىّ باذن الله تعالى فانقادت كالبعير المخشوش الذى يصانع قائده حتى أتى الشجرة الأخرى فأخذ بغصن من أغصانها فقال: انقـادى علىّ باذن الله فانقادت معه كذلك حتى اذا كان بالمنصف مما بينهما قال: التئما علىّ باذن الله فالتأمتا فجلست أحدث نفسى فحانت منى لَفْتَةٌ فاذا أنا برسول الله ﷺ مقبلا و اذا الشجرتين قد افترقتا فقا مت كل واحدة منهما على ساق (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ۵۳۳/۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ ایک جگہ پہنچ کر ایک وسیع وعریض میدان میں اترے اور آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے ……وہاں آپ ﷺ کو (ٹیلہ وغیرہ کی طرح کی) کوئی چیز ایسی نظر نہیں آئی جس کی آڑ میں آپ ﷺ لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر قضائے حاجت کے لیے بیٹھ سکتے، اچانک آپ ﷺ کی نظر دو درختوں پر پڑی جو میدان کے کنارے پر کھڑے تھے…… چنانچہ نبی کریم ﷺ ان میں سے ایک درخت کے پاس پہنچے اور اس کی ایک ٹہنی پکڑ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری اطاعت کر…… یہ سنتے ہی وہ درخت آپ ﷺ کے پیچھے اس طرح چلنے لگا جیسے نکیل

پڑا ہوا اونٹ (اپنے ہانکنے والے کے تابع ہو کر چلتا ہے) پھر آپ ﷺ دوسرے درخت کے پاس پہنچے اور اس کی ایک ٹہنی پکڑ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری اطاعت کر...... پہلے درخت کی طرح اس درخت نے بھی فوراً اطاعت کی (اور نکیل پڑے ہوئے اونٹ کی طرح پیچھے چلنے لگا) اس کے بعد آپ ﷺ نے (ان دونوں درختوں کے درمیانی فاصلے کے بیچوں بیچ پہنچ کر) فرمایا کہ اب تم دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے (ایک دوسرے کے قریب) آ کر آپس میں شاخوں کو اس طرح ملا لو کہ میں تمھارے نیچے چھپ جاؤں...... چنانچہ وہ دونوں درخت مل گئے اور آپ ﷺ ان دونوں درختوں کی آڑ میں بیٹھ کر قضائے حاجت سے فارغ ہوئے......حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (اس واقعہ کو دیکھ کر حیران تھا اور اس عجیب وغریب کرشمہ سے متعلق) اپنے دل میں باتیں کر رہا تھا (یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت میں غور وفکر کر کے سوچ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کے ذریعے یہ کیسا معجزہ ظاہر کیا ہے؟ یا یہ کہ اس واقعہ سے الگ میں اپنی کسی گہری سوچ میں پڑا ہوا تھا)...... کہ اچانک میری نظر ایک طرف کو اٹھی تو رسول کریم ﷺ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا اور پھر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ دونوں درخت ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ پر جا کھڑے ہوئے۔

واقعہ نمبر۲: اصحابِ غار کا واقعہ

و عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: بينما ثلثة نفر يتماشون أخذهم المطر فمالوا الىٰ غار فى الجبل فانحطت على فم غارهم صخرة من الحبل فاطبقت عليهم فقال بعضهم لبعض: انظروا اعمالاً عملتموها لله صالحة فادعوا الله بها لعله يفرجها فقال أحدهم: اللهم انه كان لى والدان شيخان كبيران و لى صبية صغار ارعىٰ عليهم فاذا رُحت عليهم فحلبت بدأت بوالدى أسقيهما قبل أولادى و انه قد نآىٰ بى الشجر فما أتيت حتىٰ أمسيت فوجدتهما قد ناما فحلبت كما كنت أحلب فجئت بالحلاب فقمت عند رؤسهما أكره أن أوقظهما و أكره أن أبدأ بالصبية قبلهما و الصبية يتضاغون عند قدمَىَّ فلم يزل ذلك دابى و دابهم حتىٰ طلع الفجر فان كنت تعلم أنى فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافُرجُ لنا فرجةً نرىٰ منها السمآء ففرج الله لهم حتى يرون السمآء، قال الثانى: اللهم انه كانت لى بنت عم أحبها كأشد ما يحب الرجال النساء فطلبت اليها نفسها فأبت حتى اٰتيها بمائة دينار فسعيت حتى

جمعت مائة دینار فلقیتها بها فلما قعدت بین رجلیها قالت یا عبد الله اتق الله و لا تفتح الخاتم فقمت عنها، اللهم فان کنت تعلم أنی فعلت ذلک ابتغآء وجهک فافرج لنا منها ففرج لهم فرجة، و قال الأخر: اللهم انی کنت استاجرت أجیرًا بفرق اَرُزّ فلما قضٰی عمله قال: أعطنی حقی فعرضت علیه حقه فترکه و رغب عنه فلم أزل أزرعه حتی جمعت منه بقرا و راعیها فجاء نی، فقال: اتق الله و لا تظلمنی و أعطنی حقی فقلت: اذهب الی ذلک البقر و راعیها، فقال: اتق الله ولا تهزأ بِی فقلت: انی لا أهزأ بک فخذ ذلک البقر و راعیها فأخذه فانطلق بها فان کنت تعلم انی فعلت ذلک ابتغآء وجهک فافرج ما بقی ففرج الله عنهم (متفق علیه، المشکوة ۲/۴۲۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (کسی قوم کا یہ واقعہ) بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) تین آدمی ایک ساتھ کہیں چلے جارہے تھے...... (راستے میں) سخت بارش نے ان کو آلیا...... وہ (اس بارش سے بچنے کے لیے) پہاڑ کی غار میں گھس گئے...... اتنے میں پہاڑ سے ایک بڑا پتھر گر کر اس غار کے منہ پر آپڑا...... اور پتھر نے تینوں کے باہر نکلنے کا راستہ بند کردیا وہ تینوں (اس صورتِ حال سے سخت پریشان ہوئے اور اس غار میں سے نکلنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آئی تو) آپس میں کہنے لگے کہ اب تم اپنے اُن اعمال پر نظر ڈالو جو تم نے (کسی دنیاوی فائدے کی تمنا اور جذبۂ نام ونمود کے بغیر) محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے کیے ہوں اور ان اعمال کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو! شاید اللہ تعالیٰ ہماری نجات کا راستہ کھول دیں۔

چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: ''اے اللہ! (تو خوب جانتا ہے کہ) میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے کئی چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے اور میں بکریاں چرایا کرتا تھا تا کہ (ان کے دودھ کے ذریعے) ان سب (ماں باپ اور بچوں کے پیٹ بھرنے) کا انتظام کرسکوں، چنانچہ جب میں شام کو اپنے گھر والوں کے پاس لوٹتا اور بکریوں کا دودھ نکالتا تو اپنے ماں باپ سے ابتداء کرتا اور ان کو اپنی اولاد سے پہلے دودھ پلاتا ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ (چراگاہ کے) درخت مجھ کو دور لے گئے یعنی میں بکریوں کو چراتا چراتا بہت دور نکل گیا، یہاں تک کہ شام ہوگئی اور میں گھر واپس نہ آسکا اور (جب رات گئے گھر پہنچا تو) اپنے ماں باپ کو سوتے ہوئے پایا، پھر میں نے اپنے معمول کے مطابق دودھ دوہا اور دودھ سے بھرا ہوا برتن لے کر ماں باپ کے پاس پہنچا

اوران کے سرہانے کھڑا ہو گیا کیونکہ میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ میں اُن کو جگاؤں اور نہ ہی مجھے یہ گوارہ ہوا کہ ان سے پہلے اپنے بچوں کو دودھ پلاؤں جب کہ وہ بچے میرے پیروں کے پاس پڑے ہوئے مارے بھوک کے رو رہے تھے۔ میں اور وہ سب اپنے حال پر قائم رہے یہاں تک کہ صبح ہوگی (یعنی میں پوری رات اس حالت میں دودھ کا برتن لیے ماں باپ کے سرہانے کھڑا رہا، وہ دونوں پڑے سوتے رہے اور میرے بچے بھوک سے بے تاب ہو کر روتے اور چیختے چلاتے رہے) پس اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضا اور خوشنودی کی طلب میں کیا ہے تو (میں اپنے اس عمل کا واسطہ دیتے ہوئے تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ) تو ہمارے لیے اس پتھر کو اتنا کھول دے کہ اس کشادگی کے ذریعے ہم آسمان کو دیکھ سکیں''، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اس کی دعا قبول فرمائی اور) اس پتھر کو اتنا سرکا دیا کہ ان کو آسمان نظر آنے لگا...... دوسرے شخص نے اپنا عمل کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ''اے اللہ! میری چچا کی ایک بیٹی تھی میں اس کو اتنا ہی زیادہ چاہتا تھا جتنا زیادہ کوئی مرد کسی عورت کا چاہ سکتا ہے جب میں نے اس سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو، تو اس نے یہ کہہ کر میری خواہش کو ماننے سے انکار کر دیا کہ جب تک میں سو دینار پیش نہیں کر دیتا میری خواہش پوری نہیں ہوگی، پھر (میں نے مشقت کر کے سو دینار فراہم کیے اور) ان دیناروں کو لے کر اسکے پاس پہنچا (وہ اپنی شرط پوری ہو جانے پر میری خواہش پر راضی ہوگئی) جب میں (جنسی فعل کے لیے) اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو وہ کہنے لگی کہ اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور میری مُہرِ امانت کو توڑنے سے باز رہ (یعنی اس نے مجھے خدا کا خوف دلاتے ہوئے التجاء کی کہ میری آبرو کو نہ لوٹو اور حرام طور پر میرے پردہ ناموس کو جو کسی کی امانت ہے، یوں تار تار نہ کرو) میں (یہ سنتے ہی اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپتا رہا اور اپنے نفس کی گمراہی پر شرمسار ہو کر) اس کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا...... پس اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میرا یہ عمل (یعنی قابو حاصل ہونے کے باوجود اس کو چھوڑ کر ہٹ جانا اور اپنے نفس کو کچل دینا) محض تیری رضا اور خوشنودی کی طلب میں تھا تو میں اپنے اس عمل کے واسطہ سے تجھ سے التجاء کرتا ہوں کہ تو اس پتھر کو ہٹا کر ہمارے لئے راستہ کھول دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اس شخص کی بھی دعا قبول فرمائی) اور اس پتھر کو تھوڑا سا اور سرکا دیا...... پھر تیسرے شخص نے اس طرح کہنا شروع کیا: اے اللہ! میں نے ایک مزدور کو ایک فرق (سولہ رطل، عرب میں رائج ایک پیمانے کا نام تھا) چاول

کے عوض مزدوری پر لگایا جب اس نے اپنا کام پورا کرلیا تو مطالبہ کیا کہ لاؤ میری اجرت دو...... میں نے اس کی اجرت اس کو پیش کردی مگر وہ بے نیازی کے ساتھ اس کو چھوڑ کر چلا گیا پھر میں نے ان چاولوں کو اپنی زراعت میں لگا دیا اور کاشت کرتا رہا یہاں تک کہ انھیں چاولوں کے ذریعے میں نے (خاصی پونجی بنالی اور اسکے ساتھ میں نے) بیل اور ان بیلوں کے ساتھ کے چرواہے جمع کر لیے پھر ایک بڑے عرصے کے بعد) وہ مزدور میرے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ سے ڈر...... مجھ پر ظلم نہ کر میرا حق (جو میں تمھارے پاس چھوڑ گیا تھا) مجھ کو واپس کردو، میں نے کہا کہ (بے شک تمھارا حق مجھ پر واجب ہے) ان بیلوں اور انکے چرواہوں کے پاس جاؤ (اور ان کو اپنے قبضہ میں کرلو وہ سب تمھارا ہی حق ہے) اس نے (میری بات سن کر بڑی حیرت سے میری طرف دیکھا) اور کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرے ساتھ مزاق نہ کرو...... میں نے کہا کہ (میری بات کو جھوٹ نہ سمجھو) میں تم سے مزاق نہیں کررہا...... جاؤ...... ان بیلوں اور ان کے چرواہوں کو لے لو اس کے بعد اس نے ان سب کو اپنے قبضہ میں کیا اور لے کر چلا گیا پس اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میرا یہ عمل محض تیری رضا و خوشنودی کی طلب میں تھا (اپنے اس عمل کا واسطہ دے کر تجھ سے التجاء کرتا ہوں کہ) تو یہ پتھر جتنا باقی رہ گیا، اس کو بھی سرکا دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اس شخص کی دعا بھی قبول فرمائی) اور غار کے منہ کا باقی حصہ بھی کھول دیا۔

واقعہ نمبر۳: لاٹھی میں روشنی پیدا ہوگئی

عن انس رضی اللہ عنہ أن أسيد بن حضير و عباد بن بشر رضی اللہ عنہ تحدثا عند النبی ﷺ فی حاجة لهما حتّى ذهب من الليل ساعةٌ فی ليلةٍ شديدة الظلمة ثم خرجا من عند رسول الله ﷺ ينقلبان و بيد كل واحد منهما عُصَيَّةٌ فأضاء ت عصا أحدهما لهما حتى مشيا فی ضوء ها حتى اذا افترقت بهما الطريق أضاء ت للآخر عصاه فمشى كل واحد منهما فی ضوء عصاه حتى بلغ أهله (رواه البخاری، المشكوة ۲/۵۴۴، باب الكرامات)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن دو جلیل القدر صحابی) حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے اپنے کسی اہم معاملہ میں گفتگو کررہے تھے، اور وہ گفتگو اتنی طویل ہوگئی تھی کہ اس کا سلسلہ ایک ساعت (یعنی رات کے کافی حصہ گزرنے) تک جاری رہا جب

کہ وہ رات بھی نہایت تاریک تھی جب یہ دونوں حضرات اپنے گھروں کو لوٹنے کے لیے نبی کریم ﷺ کے پاس سے اُٹھ کر باہر نکلے تو اس وقت ان دونوں میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی تھی ان دونوں میں سے ایک کی لاٹھی اچانک روشن ہوگئی اور اسکی روشنی میں وہ چلنے لگے یہاں تک کہ جب دونوں کے راستے جدا ہوئے (یعنی اس جگہ پہنچے جہاں سے ہر ایک کے گھر کی طرف الگ الگ راستہ جاتا تھا) تو دوسرے کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی اور پھر وہ دونوں اپنی اپنی لاٹھی کی روشنی میں چل کر اپنے اہل وعیال (یعنی اپنے گھروں) تک پہنچ گئے۔

واقعہ نمبر۴: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ اور شیر کی فرمانبرداری

و عن ابن المكندر أن سفينة مولىٰ رسول الله ﷺ اخطأ الجيش بأرض الروم أو أُسر فانطلق هاربا يلتمس الجيش فاذا هو بالأسد قال: يا أبا الحارث! أنا مولىٰ رسول الله ﷺ كان من أمرى كيت و كيت فأقبل الأسد له بَصْبَصَة حتى قام الى جنبه كلما سمع صوتا أهوىٰ اليه ثم أقبل يمشى الىٰ جنبه حتى بلغ الجيش ثم رجع الأسد.

(رواه فى شرح السنة،المشكوة ۲/۵۴۵،باب الكرامات)

جلیل القدر تابعی ابن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ رومی علاقہ میں لشکر کا راستہ بھول گئے تھے......یا......دشمن کے ہاتھوں قید کر لیے گئے تھے پھر وہ دشمن کے قبضہ سے نکل بھاگے اور اپنے لشکر کی تلاش میں لگ گئے اس دوران کسی جنگل میں ان کی ملاقات ایک بڑے شیر سے ہوگئی انھوں نے (نہ صرف یہ کہ خطرناک شیر کو سامنے دیکھ کر اپنے اوسان بحال رکھے بلکہ اس کو اس کی کنیت کے ذریعے مخاطب کر کے) کہا: اے ابوحارث! میں رسول اکرم ﷺ کا آزاد کردہ غلام ہوں اور میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے کہ میں اپنے لشکر سے بھٹک گیا ہوں یا یہ کہ دشمن کے ہاتھوں قید ہو گیا تھا، اب ان کے قبضہ سے نکل بھاگا ہوں اور اپنے لشکر کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ شیر یہ سنتے ہی دم ہلاتا ہوا (جو کہ جانور کے مطیع اور فرمانبردار ہو جانے کی علامت ہے) ان کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا، اور پھر کسی طرف سے کوئی خوفناک درندے وغیرہ کی آواز آتی تو شیر (اس کے دفعیہ کے لئے) اس آواز کی طرف لپکتا اور پھر واپس آجاتا اسی طرح وہ شیر (ایک محافظ اور رہبر کی مانند) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے پہلو بہ پہلو چلتا رہا یہاں تک

کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر میں پہنچ گئے اور شیر واپس چلا گیا۔

واقعہ نمبر۵: امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دریائے نیل کے نام کھلا خط

قصة نيل مصر روينا من طريق ابن لهيعة عن قيس بن الحجاج عن عمن حدثه قال: لما افتتحت مصر أتى أهلها عمرو بن العاص حين دخل بؤنة من أشهر العجم فقالوا: أيها الأمير لنيلنا هذا سنة لا يجرى إلا بها. قال: و ما ذاک: قالوا: إذا كانت اثنتى عشرة ليلة خلت من هذا الشهر، عمدنا إلى جارية بكر من أبويها فأرضينا أبويها، و جعلنا عليها من الحلى و الثياب أفضل ما يكون ثم ألقيناها فى هذا النيل. فقال لهم عمرو: إن هذا مما لا يكون فى الاسلام، إن الاسلام يهدم ما قبله. قال: فأقاموا بؤنة و أبيب و مسرى، و النيل لا يجرى قليلا و لا كثيرا حتى هموا بالجلاء، فكتب عمرو إلى عمر بن الخطاب بذلک فكتب إليه: إنک قد أصبت بالذى فعلت و إنى قد بعثت إليک بطاقة داخل كتابى فألقها فى النيل. فلما قدم كتابه أخذ عمرو البطاقة فإذا فيها: ’’من عبد الله عمر أمير المؤمنين إلى نيل أهل مصر أما بعد فإن كنت إنما تجرى من قبلک و من أمرک فلا تجر فلا حاجة لنا فيک و إن كنت إنما تجرى بأمر الله الواحد القهار و هو الذى يجريک فنسأل الله تعالى أن يجريک‘‘ قال: فألقى البطاقة فى النيل فأصبحوا يوم السبت و قد أجرى الله النيل ستة عشر ذراعا فى ليلة واحدة و قطع الله تلک السنة عن أهل مصر إلى اليوم.(البداية و النهاية)

مصر جب فتح ہوا تو فاتحِ مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس وہاں کے لوگ بونہ (مصریوں کے کیلنڈر کے ایک مہینہ کا نام) کے مہینہ میں آئے اور کہنے لگے کہ اے امیر! جب تک ایک خاص کام نہ کیا جائے ہمارا یہ دریائے نیل سارا سال نہیں بہتا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بھلا وہ کیا؟ کہنے لگے: جب اس مہینہ کی بارہویں رات آتی ہے تو ہم ایک خوبصورت دوشیزہ تلاش کرتے ہیں اور اس کے والدین کو خوب مال و دولت دے کر راضی کر لیتے ہیں، اور پھر اس دوشیزہ کو بہترین کپڑے پہنا کر خوب زیورات وغیرہ سے سجا کر دریائے نیل میں پھینک دیتے ہیں تو یہ دریا سارا سال پانی سے بھرا رہتا ہے، سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ یہ سن کر

فرمانے لگے: اسلام اس (طرح کی احمقانہ اور ظالمانہ رسموں اور رواجوں) کو برداشت نہیں کرتا، اسلام تو اس طرح کی سابقہ تمام رسوم و رواج کو مٹا ڈالتا ہے۔

تو وہ لوگ اس کام سے بونہ (اور اس کے بعد) ابیب اور مسری کے مہینوں میں رکے رہے، اور دریائے نیل کا یہ حال تھا کہ بالکل خشک ہو چکا تھا، یہاں تک کہ لوگ (قحط سالی کے خوف سے) علاقے چھوڑ کر جانے لگے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ تمام صورتِ حال لکھ کر بھیج دیا تو حضرت عمر نے جواب میں لکھا کہ آپ (نے جو اسلام کے اصول کے مطابق فیصلہ کیا تھا، اس کی وجہ سے آپ کی استقامت) آزمائش میں مبتلاء ہیں، اور میں اپنے اس خط میں ایک چھوٹا سا رقعہ بھیج رہا ہوں اسے دریا میں ڈال دیں۔

جب یہ خط حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے کھول کر اُس رقعہ کو پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا: اللہ کے بندے مسلمانوں کے امیر عمر بن خطاب کی طرف سے اہلیان مصر کے دریا نیل کے نام! اما بعد! (اے نیل سن!) اگر تو اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق بہتا ہے تو خبردار آج کے بعد نہ بہنا، ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر تو واحد و قہار اللہ کے حکم سے بہتا ہے اور وہی وہ ذات ہے جو تجھے جاری رکھے ہوئے ہے تو ہم اسی ذات سے سوال کرتے ہیں کہ تجھے بہائے (اور اپنے بندوں کے نفع کے لئے تجھے جاری رکھے)۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ رقعہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دریا میں ڈال دیا، پھر جب ہفتہ کا دن ہوا تو لوگوں نے یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھا کہ اللہ تعالی نے اپنی قدرت سے دریائے نیل کو ایسا جاری فرمایا کہ اس میں سولہ گز اونچائی تک پانی تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ مصر سے اس خشک سالی کو آج تک کے لئے دور فرما دیا۔

واقعہ نمبر ٦: باغ میں برکت کا قصّہ

و عن أبی خلدة قال: قلت لأبی العالیة: سمع انس من النبی ﷺ قال: خدمه ﷺ عشر سنین و دعا له النبی ﷺ و کان له بستان یحمل فی کل سنة الفاکهة مرتین و کان فیها ریحان یجیء منه ریح المسک.

(رواه الترمذی و قال: هذا حدیث حسن، المشکوة ۲/ ۵۴۵)

حضرۃ ابوخلدہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے (بزرگ تابعی) حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا: کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے حدیثیں سنی ہیں؟ حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی خدمت میں دس سال رہنے کا شرف حاصل ہوا ہے، نیز ان کو نبی کریم ﷺ کی دعا لگی ہوئی تھی اُن کا جو باغ تھا، اس میں ہر سال دو دفعہ پھل آتا تھا اور اس باغ میں جو پھول تھے ان سے مُشک کی خوشبو پھوٹتی تھی۔

واقعہ نمبر ۷: حضرت جُریج رحمہ اللہ تعالیٰ اور زنا سے براءت

عن أبی هريرة عن النبی ﷺ قال: لم يتكلم فی المهد الا ثلثة عيسى بن مريم و صاحب جريج و كان جريج رجلا عابداً فاتخذ صومعة فكان فيها فاتته أمّه و هو يصلّی فقالت: ياجريج! فقال: يا رب! امّی و صلاتی فأقبل علی صلا ته فانصرفت فلما كان من الغد أتته و هو يصلی فقالت: يا جريج! فقال: يا رب! امی و صلاتی فأقبل علی صلا ته فقالت: اللّهمَّ لاتمته حتی ينظر الی وجوه الموسات. فتذاكر بنو اسرائيل جريجًا و عبادته و كانت امرأة بغی يتمثل بحسنها فقالت: ان شئتم لأفتننه لكم. قال: فتعر ضت له فلم يلتفت اليها، فأتت راعيا كان يأوی الی صومعته فأمكنته من نفسها فوقع عليها فحملت فلما ولدت قالت: هو من جريج فأتوه فاستنزلوه و هدموا صو معته و جعلوا يضربونه فقال: ماشأ نكم؟ قالوا: زنيت بهذه البغی فولدت منک فقال: أين الصبی؟ فجاؤا به فقال: دعونی حتی أصلّی فصلّی فلما انصرف أتی الصبی فطعن فی بطنه و قال: يا غلام! من أبوک؟ قال: فلان الراعی؛ قال: فأقبلوا علی جريج يقبلو نه و يتمسحون به و قالوا: نبنی لک صومعتک من ذهب، قال: لا أعيدوها من طين كما كانت ففعلوا.

(مسلم شریف ۲/ ۳۱۳)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: صرف تین شخصوں نے ماں کی گود میں کلام کیا ہے ایک عیسی بن مریم اور دوسرے صاحب جریج، جریج ایک عبادت گزار شخص تھے انہوں نے ایک عبادت خانہ بنایا اور اسی میں رہنے لگے، ایک دن وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی ماں ان کے پاس آئی اور آواز دی کہ

اے جریج! تو جریج نے کہا: اے میرے رب! ایک طرف میری ماں بلا رہی ہے اور دوسری طرف میری نماز ہے (کس کو چھوڑوں اور کس کی طرف جاؤں؟) جریج نماز ہی کی طرف متوجہ رہے، ان کی ماں واپس چلی گئی، دوسرے دن پھر ان کی ماں آئی اور وہ نماز پڑھ رہے تھے، ماں نے آواز دی: اے جریج!...... جریج نے پھر وہی کہا، اے میرے رب! ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف نماز ہے، یہ کہہ کر پھر نماز کی طرف متوجہ رہے تو ان کی ماں نے ان کو بددعا دی، کہا کہ اے میرے اللہ! جریج کو اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ یہ فاحشہ عورتوں کے منہ نہ دیکھ لے (یعنی رسوا ہو جائے)

تو بنی اسرائیل نے آپس میں جریج اور ان کی عبادت کا تذکرہ کیا (کہ دیکھو! اتنا عبادت گزار ہے اسکو ماں کی بددعا لگتی ہے یا نہیں) اور ایک عورت تھی جو اپنے حسن میں ضرب المثل تھی اس نے کہا اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے جریج کو فتنے میں مبتلا کر دوں، چنانچہ وہ عورت جریج کے پاس آئی (اور بے حیائی کی دعوت دینے لگی) لیکن جریج نے اس کی طرف ذرا بھی التفات نہ کیا تو وہ عورت ایک چرواہے کے پاس آئی، جو حضرت جریج کے عبادت خانے کے پاس ہی رہا کرتا تھا، اس کو اپنے نفس پر قدرت دی چنانچہ چرواہے نے اس عورت کے ساتھ منہ کالا کیا اور وہ عورت حاملہ ہوگئی، جب اس کا بچہ پیدا ہوا تو کہنے لگی: یہ بچہ جریج سے ہے، یہ سن کر لوگ جریج کے پاس آئے، ان کو عبادت خانے سے نیچے اتارا اور عبادت خانہ گرا دیا اور حضرت جریج کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا تو جریج نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ مجھے کیوں مارتے ہو؟ انہوں نے کہا: تو نے اس فاحشہ عورت سے زنا کیا ہے اور اس کو بچہ تجھ سے پیدا ہوا ہے، تو حضرت جریج نے کہا: بچہ کہاں ہے؟ چنانچہ وہ لوگ بچہ ان کے پاس لے آئے، تو حضرت جریج نے کہا مجھے نماز پڑھ لینے دو، پس انہوں نے نماز پڑھی اور پھر بچے کے پاس آئے اور اسکے پیٹ میں انگلی چبھوئی اور کہا کہ اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: فلاں چرواہا میرا باپ ہے، (لوگوں نے جب یہ کرامت دیکھی) تو حضرت جریج پر ٹوٹ پڑے اور ان کو چومنے لگے اور ان کو تبرکاً چھونے لگے، اور کہنے لگے کہ ہم آپ کا عبادت خانہ سونے سے بنا کر دیں گے تو انہوں نے کہا کہ مجھے سونے کی ضرورت نہیں ہے بس جیسے پہلے مٹی سے بنا ہوا تھا اُسی طرح بنا کر دے دو۔ چنانچہ لوگوں نے دوبارہ مٹی سے بنا کر دے دیا۔

واقعہ نمبر ۸: حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کا غیر متوقع طور پر دشمن پر غالب آنا

عن ابن عمر أن عمر بعث جيشا و أمر عليهم رجلا يدعىٰ سارية فبينما عمر يخطب فجعل يصيح يا سارى: الجبل ...... فقدم رسول من الجيش فقال: يا أمير المؤمنين! لقينا عدونا فهذمونا، فاذا بصائح يصيح يا ساریَ الجبل فأسندنا ظهورنا الى الجبل فهزمهم الله تعالىٰ (رواه البيهقى فى دلائل النبوة، المشكوة ۲/۵۴۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے (ایران کے صوبہ ہمدان کے جنوب میں واقع مقام نہاوند کو) جو لشکر بھیجا تھا اس (کے ایک حصہ) کا سپہ سالار ساریہ نامی شخص کو بنایا تھا (ایک دن) جبکہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ (مسجد نبوی) میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے (اور حاضرین میں اکابر صحابہ حضرت عثمان، حضرت علی کے علاوہ دوسرے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم بھی تھے) تو انھوں نے (دورانِ خطبہ) اچانک چلا چلا کر کہنا شروع کیا کہ ''ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ'' (یعنی میدانِ جنگ کا موجودہ مورچہ چھوڑ کر پہاڑ کے دامن میں چلے جاؤ اور پہاڑ کو پشت باندھ کر کے نیا مورچہ بنالو) لوگوں کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا اور پھر جب (چند دنوں کے بعد) لشکر سے ایک قاصد آیا اور اس نے (میدانِ جنگ کے حالات سنا کر) کہا کہ اے امیر المؤمنین! دشمن نے تو ہمیں آلیا تھا اور ہم شکست سے دوچار ہوا ہی چاہتے تھے کہ اچانک (ہمارے کانوں میں ایک شخص کی آواز آئی جو) چلا چلا کر کہہ رہا تھا ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ چنانچہ (یہ آواز سن کر) ہم نے (اپنا وہ مورچہ چھوڑ دیا اور پہاڑ کی سمت جا کر) پہاڑ کو اپنا پشت بنالیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست دی۔

واقعہ نمبر ۹: حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہما السلام کا دشمن سے خلاصی کا قصہ

عن أبى هريرة قال: قال النبى ﷺ: هاجر ابراهيم بسارة فد خل بها قرية فيها ملک من الملوک أوجبار من الجبابرة فقيل دخل ابراهيم بامرأة هى من أحسن النساء فأرسل اليه أن يا ابراهيم! من هذه الّتى معک؟ قال: أختى ثم رجع اليها فقال: لا تكذبى حديثى، فانى أخبرتهم أنک أختى، و الله ان على الارض من مؤمن غيرى و غيرک فأرسل بها اليه فقام اليها فقامت توضأ و تصلى فقالت: اللهم ان كنت أمنت بک و

بـرسـولـک و أحـصـنـت فرجي الا علی زوجي فلا تسلط عليّ الكافر فغط حتی ركض بـرجـلـه قال الأعرج: قال أبو سلمة بن عبد الرحمن: ان أبا هريرة قال: قالت: اللهم ان يـمـت يـقـل هـي قتلته فأرسل ثم قام اليها فقامت تو ضأ و تصلي و تقول: اللهم ان كنت أمـنـت بک و بـرسـولـک و أحصنت فرجي الا علی زوجي فلا تسلط عليّ هذا الكافر فـغـط حتی ركض برجله قال عبد الرحمن: قال: أبو سلمة قال أبوهريرة: فقالت: اللهم ان يـمـت يـقـل هـي قتـلتـه فـأرسل في الثانية أو في الثالثة فقال: و الله ما أرسلتم اليّ الا شيـطاناً ارجعوها الیٰ ابراهيم و أعطوها هاجـر فرجعت الی ابراهيم فقالت: أشعرت أن الله كبت الكافر و أخدم وليدة.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام، سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر ہجرت کر رہے تھے کہ ایک بستی میں داخل ہوئے جس میں ایک ظالم و جابر بادشاہ رہتا تھا، اس کو بتایا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام آپ کے اس علاقے میں ایک حسین ترین عورت کے ساتھ داخل ہو گئے ہیں تو اس نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا کہ یہ عورت کون ہے؟ جو آپ کے ساتھ ہے، ابرہیم علیہ السلام نے فرمایا: میری بہن ہے، پھر ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف واپس گئے اور کہا کہ اس (ظالم بادشاہ) کے سامنے میری بات کو مت جھٹلانا کیوں کہ میں نے انھیں بتلایا ہے کہ تو میری بہن ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم روئے زمین پر تیرے اور میرے علاوہ کوئی مؤمن نہیں ہے (لہٰذا ہم دینی بہن بھائی ہیں) پھر ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس ظالم کے پاس بھیج دیا، وہ ظالم بادشاہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس برے ارادے سے آیا تو حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھنی شروع کی اور یہ دعا مانگی ''اے اللہ! اگر میں آپ پر اور آپ کے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنی شرم کی اپنے شوہر کے علاوہ اوروں سے حفاظت کی ہے تو اس کافر کو میرے اوپر مسلط نہ کیجیے'' (اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ کی دعا قبول فرمائی) اس ظالم کا جسم سکڑ گیا حتی کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارنے لگا۔ (ایک روایت میں یہ بھی ہے) کہ جب بی بی سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کا یہ حال دیکھا تو کہنے لگی ''اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو قتل کر دیا'' تو اللہ تعالیٰ نے اس کو چھوڑ دیا، وہ

ظالم دوبارہ پھر برے ارادے سے بی بی سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اٹھا، بی بی سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر اٹھ کر وضوء کیا اور نماز پڑھنے لگی اور وہی دعا مانگی کہ ''اے اللہ! اگر میں آپ پر اور آپ کے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنی شرم کی اپنے خاوند کے علاوہ سے حفاظت کی ہے تو اس کافر کو میرے اوپر مسلط نہ کیجئے'' تو وہ پھر سکڑ گیا یہاں تک کہ پاؤں مارنے لگا (دوسری روایت میں ہے کہ) بی بی سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب اس کا یہ حال دیکھا تو کہا ''اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے پھر اس کو چھوڑ دیا، تیسری مرتبہ پھر وہ برے ارادے سے اٹھا تو پھر اس کے ساتھ وہی حال ہوا تو کہنے لگا ''اللہ کی قسم تم تو میرے پاس کسی شیطان جن کو لائے ہو'' اس کو ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس لے جاؤ اور ہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دو (ہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اللہ کی ایک نیک بندی تھی جس پر اس کا برا داؤ نہیں چلتا تھا) تو حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس آ گئیں اور کہنے لگیں کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کافر کو رسوا کر دیا اور ایک خادمہ (ہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی دی۔

واقعہ نمبر ۱۰: حضرت ابرہیم علیہ السلام کے ساتھ آگ میں اللہ تعالیٰ کی مدد کا قصہ

أما كيفية القصة فقال مقاتل: لما اجتمع نمروذ و قومه لأحراق ابراهيم حبسوه فى بيت و بنوا بنياناً كالحظيرة، و ذلك قوله: ﴿قالوا ابنوا له بنياناً فألقوه فى الجحيم﴾ (الصافات: ۹۷) ثم جمعوا له الحطب الكثير حتى ان المراة لو مرضت قالت: ان عافانى الله لأ جعلن حطباً لابراهيم، و نقلوا له الحطب على الدواب أربعين يوماً، فلما اشتعلت النار اشتدت و صار الهواء بحيث لو مر الطير فى أقصى الهواء لاحترق، ثم أخذوا ابراهيم عليه السلام و رفعوه على رأس البنيان و قيدوه، ثم اتخذوا منجنيقاً و وضعوه فيه مقيداً مغلولاً، فصاحت السماء و الأرض و من فيها من الملائكة الا الثقلين صيحة واحدة، أى ربنا ليس فى أرضك أحد يعبدك غير ابراهيم، و انه يحرق فيك فأذن لنا فى نصرته، فقال سبحانه: ان استغاث بأحد منكم فأغيثوه، و ان لم يدع غيرى فأنا أعلم به و أنا وليه، فخلوا بينى و بينه، فلما أرادوا القاء ه فى النار، أتاه

خازن الریاح فقال: ان شئت طیرت النار فی الھواء؟ فقال ابراھیم علیه السلام: لا حاجة بی الیکم، ثم رفع رأسه الی السماء و قال: (اللھم أنت الواحد فی السماء، و أنا الواحد فی الأرض، لیس فی الأرض أحد یعبدک غیری، أنت حسبنا و نعم الوکیل. و قیل: انه حین ألقی فی النار قال: (لا اله الا أنت سبحانک رب العالمین، لک الحمد، و لک الملک، لا شریک لک) ثم وضعوه فی المنجنیق و رموا به النار، فأتاه جبریل علیه السلام و قال: یا ابراھیم ھل لک حاجة؟ قال: أما الیک فلا؟ قال: فاسأل ربک، قال: حسبی من سؤالی علمه بحالی. فقال الله تعالیٰ: ﴿یا نار کونی برداً وسلاماً علی ابراھیم﴾ و قال السدی: انما قال ذلک جبریل علیه السلام، قال ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنھما فی روایة مجاھد: و لو لم یتبع برداً سلاماً لمات ابراھیم من بردھا، قال: و لم یبق یومئذ فی الدنیا نار الا طفئت، ثم قال السدی: فأخذت الملائکة بضبعی ابراھیم و أقعدوه فی الأرض، فاذا عین ماء عذب، و ورد أحمر، و نرجس، و لم تحرق النار منه الا وثاقه، و قال المنھال بن عمرو: أخبرت أن ابراھیم علیه السلام لما ألقی فی النار کان فیھا اما أربعین یوماً أو خمسین یوماً، و قال: ما کنت أیاماً أطیب عیشاً منی اذ کنت فیھا، و قال ابن اسحق: بعث الله ملک الظل فی صورة ابراھیم، فقعد الی جنب ابراھیم یؤنسه، و أتاه جبریل بقمیص من حریر الجنة، و قال: یا ابراھیم! ان ربک یقول: أما علمت أن النار لا تضر أحبابی، ثم نظر نمروذ من صرح له و أشرف علی ابراھیم فرآه جالساً فی روضة، و رأی الملک قاعداً الی جنبه و ما حوله نار تحرق الحطب، فناداه نمروذ: یا ابراھیم! ھل تستطیع أن تخرج منھا؟ قال: نعم قال: قم فاخرج، فقام یمشی حتی خرج منھا، فلما خرج قال له نمروذ: من الرجل الذی رأیته معک فی صورتک؟ قال: ذاک ملک الظل أرسله ربی لیؤنسنی فیھا. فقال نمروذ: انی مقرب الی ربک قرباناً لما رأیت من قدرته وعزته فیما صنع بک. فانی ذابح له أربعة آلاف بقرة، فقال ابراھیم علیه السلام: لا یقبل الله منک ما دمت علی دینک، فقال نمروذ: لا أستطیع ترک ملکی، و لکن سوف أذبحھا له، ثم ذبحھا له و کف عن

ابراهیم علیه السلام (تفسیر کبیر ۱۵۷/۸، ۱۵۸)

نمروذ اور اس کی قوم نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کا اتفاق کرلیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکڑ کر ایک گھر میں قید کرلیا اور جلانے کے لئے پتھروں کی ایک عمارت بنائی جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿قالوا ابنوا له بنیا ناً فالقوه فی الجحیم ﴾ ''لوگوں نے کہا: اس کے لئے ایک عمارت بناؤ اور اس کو آگ میں ڈال دو'' پھر انھوں نے بہت بڑی تعداد میں لکڑیاں جمع کیں، یہاں تک کہ اگر کوئی عورت بیمار ہوجاتی تو یوں نذر مانتی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دی تو میں ابراہیم (علیہ السلام کو جلانے) کے لئے لکڑیاں جمع کروں گی، چالیس دن تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جانوروں پر لکڑیاں جمع کرتے رہے پھر اس میں آگ لگادی جب آگ کے شعلے بلند ہوئے تو آگ اتنی شدت اختیار کرگئی کہ اگر کوئی پرندہ انتہائی بلند پرواز سے بھی گزرتا تو جل کر راکھ ہوجاتا پھر انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکڑ کر اور پتھروں کی اس عمارت کے اوپر لاکر قید کردیا اور ایک منجنیق بنا کر ابراہیم علیہ السلام کو باندھ کر اس میں ڈال دیا تو اس وقت آسمان و زمین اور اس میں رہنے والے فرشتوں نے یکبارگی چیخ ماری کہ اے ہمارے پروردگار! زمین میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں اور وہ آپ کی خاطر آگ میں جلائے جارہے ہیں آپ ہمیں ان کی مدد کرنے کی اجازت دیں.... اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام تم میں کسی ایک سے مدد کا طلب گار ہے تو ضرور اس کی مدد کرو اور اگر وہ میرے علاوہ کسی اور کو نہیں پکارتا تو میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں اور میں اس کا دوست ہوں لہٰذا اس کو اور مجھے اکیلا چھوڑ دو، جب انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہواؤں کا فرشتہ آیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آگ کو ہواؤں میں اڑادوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا مجھے آپ کی ضرورت نہیں ...... پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور یہ دعا مانگی: اے اللہ! آپ آسمانوں میں اکیلے ہیں اور میں زمین پر اکیلا ہوں، زمین میں میرے علاوہ آپ کی عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہے، آپ ہی میرے لئے کافی ہیں اور آپ ہی بہتر کارساز ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب ان کو آگ میں ڈالا جانے لگا تو یہ دعا مانگی ''لا الـه الا انت سبحانک رب العلمین لک الحمد و لک

الملک لا شریک لک ‘‘ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں ڈالا گیا اور آگ میں پھینک دیا گیا تو وہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا اے ابراہیمؑ ! کیا آپ کو کوئی ضرورت ہے؟ تو فرمایا آپ کی تو مجھے کچھ حاجت نہیں، جبرئیل علیہ السلام نے کہا تو پھر اپنے رب سے مانگو، فرمایا: مجھے سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں.... میرا رب میرے حال کو خوب جانتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا۔ پھر فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بازو سے پکڑ کر زمین پر بٹھا دیا تو وہ فوراً بیٹھے، ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ اُبل پڑا اور گلاب اور نرگس کے پھول بھی پیدا ہو گئے جس رسی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باندھا گیا تھا اس کے علاوہ بال برابر بھی کسی جگہ پر آگ کا اثر نہ ہوا تقریباً چالیس یا پچاس دن آگ میں رہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں میری زندگی کے بہترین دن وہ تھے جو میں نے آگ میں گزارے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صورت ان کا دل بہلانے کے لئے میں سائے کے فرشتہ کو آگ میں بھیج دیا اور جبرئیل علیہ السلام جنت کے ریشم کی ایک قمیص لے کر آئے اور کہا: اے ابراہیم! آپ کے رب فرمار ہے ہیں کہ کیا آپ کو معلوم نہیں؟ کہ آگ میرے دوستوں کو کچھ بھی نقصان نہیں دیتی۔ پھر نمروذ نے اپنے محل سے جھانک کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ ایک باغ میں تشریف فرما ہیں اور انہیں کے ہم شکل ایک شخص بھی ان کے پہلو میں بیٹھا ہے تو کہنے لگا کہ آپ اس آگ سے باہر نکلنے کی طاقت رکھتے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! تو اس نے کہا: پھر اٹھو اور نکل آؤ، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اٹھے اور چلتے ہوئے باہر آ گئے تو نمروذ نے کہا: آپ کے ساتھ آگ میں جو آپ کا ہم شکل بیٹھا تھا وہ کون تھا؟ فرمایا وہ سائے کا فرشتہ تھا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بھیجا تھا، نمروذ کہنے لگا میں آپ کے رب کے نام کی چار ہزار گائیں ذبح کروں گا کیوں کہ میں نے اس کی قدرت دیکھ لی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب تک تو اپنے دین پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ تیری قربانی قبول نہیں کرے گا، نمروذ بولا: میں اپنا ملک اور بادشاہت تو نہیں چھوڑ سکتا، لیکن گائے ضرور ذبح کروں گا۔ پھر اس نے گائیں ذبح کیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف دینے سے باز آ گیا۔

واقعہ نمبر ۱۱: اللہ تعالیٰ نے مقروض کا قرض اس کے قرض خواہ تک پہنچا دیا

قال أبو عبد الله: و قال الليث: حدثني جعفر بن ربيعة عن عبد الرحمن بن هرمز عن أبي هريرة ﷺ: عن رسول الله ﷺ أنه ذكر رجلا من بني إسرائيل، سأل بعضهم بني إسرائيل أن يسلفه ألف دينار فقال: ائتني بالشهداء أشهدهم فقال: كفى بالله شهيدا قال فائتني بالكفيل قال: كفى بالله كفيلا قال: صدقت فدفعها إليه إلى أجل مسمى فخرج في البحر فقضى حاجته، ثم التمس مركبا يركبها يقدم عليه للأجل الذي أجله فلم يجد مركبا فأخذ خشبة فنقرها فأدخل فيها ألف دينار و صحيفة منه إلى صاحبه ثم زجج موضعها ثم أتى بها إلى البحر، فقال: اللهم إنك تعلم أني كنت تسلفت فلانا ألف دينار فسألني كفيلا فقلت: كفى بالله كفيلا فرضي بك و سألني شهيدا فقلت: كفى بالله شهيدا فرضي بك و أني جهدت أن أجد مركبا أبعث إليه الذي له فلم أقدر و إني أستودعكها فرمى بها في البحر حتى ولجت فيه ثم انصرف و هو في ذلك يلتمس مركبا يخرج إلى بلده. فخرج الرجل الذي أسلفه ينظر لعل مركبا قد جاء بماله فإذا بالخشبة التي فيها المال فأخذها لأهله حطبا فلما نشرها وجد المال و الصحيفة، ثم قدم الذي كان أسلفه فأتى بالألف دينار فقال: و الله ما زلت جاهدا في طلب مركب لآتيك بمالك فما وجدت مركبا قبل الذي أتيت فيه، قال: هل كنت بعثت إلي بشيء؟ قال: أخبرك أني لم أجد مركبا قبل الذي جئت فيه، قال: فإن الله قد أدى عنك الذي بعثت في الخشبة فانصرف بالألف دينار راشدا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے اپنے ایک ہم قوم سے ایک ہزار دینار قرض مانگا، تو دوسرے نے کہ کوئی گواہ لاؤ، اس نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ یہ سن کر دوسرے نے کہا کہ اچھا کوئی ضامن لاؤ، تو اس نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ضمانت کافی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ آپ نے سچ کہا اور اس کو ایک ہزار دینار دے دیئے اور واپسی کی ایک تاریخ طے کر لی۔

وہ شخص دینار لے کر سمندری سفر پر چلا گیا اور اپنی ضرورت پوری کر لی، پھر وقت مقرر سے کچھ دن

پہلے ساحل پر آیا اور کوئی کشتی وغیرہ سواری تلاش کرنے لگا تاکہ وقت مقرر پر اپنے محسن کی رقم اس کو لوٹا سکے مگر کافی تلاش کے باوجود اسے کوئی سواری نہ مل سکی تو اس نے (موٹی سی) لکڑی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس کو درمیان سے چیر کر اس میں ہزار دینار اور ایک خط اس آدمی کے نام لکھا پھر اس لکڑی کو اچھی طرح محفوظ کر کے بند کیا اور ساحل پر آ گیا اور اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا: اے اللہ! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ جب میں نے فلاں شخص سے ہزار دینار قرض مانگا تھا تو اس نے جب مجھ سے ضامن کا سوال کیا تو میں نے کہا کہ اللہ کی ضمانت کافی ہے، تو وہ تیری ضمانت پر راضی ہو گیا، پھر جب اس نے گواہ کا کہا تو میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے تو وہ تیری گواہی پر راضی ہو گیا۔ یا اللہ! تو یہ بھی جانتا ہے کہ میں نے بڑی کوشش کی کہ مجھے کوئی سواری مل جائے تاکہ میں اپنے محسن کا مال اسے لوٹا سکوں لیکن مجھے سواری نہیں مل سکی، اے اللہ! اب میں یہ مال تیرے حوالے کرتا ہوں تو ہی اس کو اس کے مالک تک پہنچا دے۔ اتنا کہہ کر اس نے وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی، یہاں تک کہ جب وہ لکڑی سمندر کی موجوں میں غائب ہو گئی، پھر وہ وہاں سے واپس لوٹ آیا اور ایسی سواری کی تلاش میں رہا جس وہ اپنے شہر سے نکل کر اپنے محسن کے پاس پہنچ جائے اور اس کی امانت لوٹائے۔

وہاں وہ دوسرا شخص وقت مقرر پر ساحل پر آیا اور سمندر کی راہ تکتا رہا کہ کب میرا مقروض قرض لوٹانے آئے گا، کافی دیر انتظار کرتا رہا کہ کوئی نہیں آیا، اتنے میں اس نے دیکھا کہ سمندر کی لہروں میں ایک لکڑی کا ٹکڑا بہتا چلا آ رہا ہے، جب وہ ٹکڑا ساحل پر آ لگا تو اس نے وہ ٹکڑا گھر میں جلانے کے ایندھن کے طور پر اٹھا لیا۔ گھر میں لا کر جب اس نے اس لکڑی کو چیرا تو اس میں سے ہزار دینار اور اس مقروض کا خط نکل آیا۔

پھر کچھ عرصہ بعد وہ مقروض ہزار دینار لے کر اس کے پاس آیا اور تاخیر سے آنے کی معذرت کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اللہ کی قسم میں نے بڑی کوشش کی کہ مجھے کوئی سواری مل جائے اور میں آپ کا مال وقت مقرر پر پہنچا سکوں مگر مجھے کوئی سواری نہیں مل سکی، اس نے کہ کیا آپ نے کوئی چیز میری طرف بھیجی تھی؟ مقروض نے کہا کہ میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے کوئی سواری نہیں مل سکی تھی (تو بھلا کیسے کوئی چیز آپ کی طرف بھیج سکتا ہوں؟) اس قرض دینے والے نے کہا کہ بس بے شک اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے قرض ادا کر دیا جو تو نے لکڑی میں رکھ کر بھیجی تھی۔ یہ سن کر وہ آدمی اپنے ہزار دینار لے کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے خوشی خوشی

واپس اپنے وطن لوٹ گیا۔

واقعہ نمبر۱۲: دجلہ کے کنارے مسلمانوں کا لشکر

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا لشکر ''نہر شیر'' کے شہر کو فتح کرنے کے بعد جب دجلہ کے کنارے پہنچا تو دیکھا کہ دشمن سب کچھ حتی کہ تمام کشتیوں کو بھی دوسری جانب لے گئے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حالات کا جائزہ لینے کے بعد لشکر کے بعض دستوں کو دجلہ میں داخل ہونے کا حکم دیدیا۔

سب سے پہلے داخل ہونے والے دستہ اور جماعت کے امیر عاصم بن عمرو تھے۔ ان کی جماعت کے ایک فرد نے ساتھیوں سے فرمایا: ''**أ تخافون من هذه النطفة**'' کیا تم اس ایک دریا سے ڈرتے ہو؟ پھر اس نے یہ آیت تلاوت فرمائی﴿و ما كان لنفس أن تموت الا باذن الله كتابا مؤجلا﴾ آل عمران آیت: ۱۴۵، ''کوئی انسان اپنی مرضی سے نہیں مرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مرتا ہے، اور وہ اٹل تقدیر ہے''۔ یہ آیت پڑھ کر اس نے اپنا گھوڑا دجلہ میں ڈال دیا۔ اور دوسرے لوگ بھی دجلہ میں داخل ہوگئے۔

دوسری جانب اسلام کے دشمنوں نے جب یہ منظر دیکھا کہ دریا کے اوپر ایسے دوڑتے ہوئے آرہے ہیں جیسے کوئی زمین پر دوڑتا ہو، تو پکار اٹھے: **دیوانا دیوانا، مجانین مجانین**، کہ یہ تو دیوانے اور پاگل لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ پھر کہنے لگے: ''**و الله ما تقاتلون انسانا بل تقاتلون جنا**''، قسم ہے کہ تمہاری لڑائی انسانوں سے نہیں بلکہ جنات سے ہے۔

اسی طرح یکے بعد دیگرے ایک ایک جماعت دجلہ میں داخل ہوتی اور سلامتی کے ساتھ گزر جاتی۔

آخر میں امیر لشکر حضرت سعد رضی اللہ عنہ لشکر کے باقی ماندہ افراد کے ساتھ داخل ہوگئے اور دجلہ کو پار کرلیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو یہ تلقین فرمائی تھی کہ دجلہ میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں:

''نستعين بالله و نتوكل عليه حسبنا الله و نعم الوكيل و لا حول و لا قوة الا بالله العلى العظيم''

الحاصل یہ پاک جماعت (جس کے متعلق لکھا گیا ہے: ''**لم يكن فى الجيش بغى أو ذنوب تغلب الحسنات**''، یعنی اس لشکر میں کوئی بدکار اور ایسا شخص نہیں تھا جس کے گناہ نیکیوں پر غالب ہوں) پانی

میں اس طرح چل رہی تھی جیسے زمین پر کوئی چل رہا ہو، انتہائی اطمینان اور امن وسلامتی کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر چلتے ہوئے، آپس میں باتیں بھی کرتے رہے۔ دجلہ نے نہ کسی کی جان کا نقصان کیا اور نہ ہی کسی کے مال کو غرق کیا۔

﴿تقویٰ کا دوسرا انعام......اور......واقعات﴾

واقعہ نمبرا: غزوہ خندق میں حضرت جابر ؓ کی دعوت میں برکت کا قصہ

و عن جابر قال: اِنَّا يوم الخندق نحفر فعرضت كُدية شديدة فجاء النبی ﷺ فقالوا: هذه كدية عرضت فی الخندق فقال: أنا نازل ثم قام و بطنه معصوب بحجر و لبثنا ثلثة أيام لا نذوق زواقا فأخذ النبی ﷺ المعول فضرب فعاد كثيبا اَهْيَل فانكفأت الیٰ امراتی فقلت: هل عندک شیء؟ فانی رأيت بالنبی ﷺ خمصا شديدا فأخرجتُ جرابا فيه صاع من شعير و لنا بهمة داجن فذبحتها و طحنت الشعير حتی جعلنا اللحم فی البرمة ثم جئت النبی ﷺ فساررته فقلت: يا رسول الله! ذبحنا بهيمة لنا و طحنت صاعا من شعير فتعال أنت و نفر معک فصاح النبی ﷺ يا أهل الخندق! ان جابرا صنع سورا فحیّ هلا بكم فقال: رسول الله ﷺ لا تنزلن برمتكم و لا تخبزن عجينكم حتی أجیء و جآء فأخرجت له عجينا فبصق فيه و بارک ثم عمد الی برمتنا فبصق و بارک ثم قال: ادعی خابزة فلتخبز معک و اقدحی من برمتكم و لا تنزلوها و هم الف فأقسم بالله لأكلوا حتی تركوه و انحرفوا و ان برمتنا لتغط كما هی و ان عجيننا ليخبز كما هو.

(متفق عليه، المشكوة ۲/۵۳۲)

حضرت جابر ؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ خندق کے دن (یعنی غزوہ احزاب کے موقع پر دشمنوں سے بچاؤ کے لئے مدینہ کے گرد) خندق کھود رہے تھے کہ سخت پتھر نکل آیا (جو کسی طرح بھی ٹوٹ نہیں رہا تھا) صحابہ ؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ کھدائی کی جگہ ایک سخت پتھر نکل آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں خود (خندق میں) اترتا ہوں چنانچہ آپ ﷺ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اس وقت (شدتِ بھوک سے) آپ

ﷺ کے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم سبھی لوگ تین دن سے اس حال میں تھے کہ ہم نے کچھ نہیں کھایا تھا اور کوئی چیز چکھی تک نہ تھی، آپ ﷺ نے کدال ہاتھ میں لیا اور (خندق میں اتر کر) پتھر پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ سخت پتھر ریت کی مانند (ریزہ ریزہ ہوکر) بکھر گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں وہاں سے اپنے گھر آیا اور اپنی بیوی (سہیلہ بنتِ معوذ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے) پوچھا کہ کیا تمھارے پاس (کھانے کی کوئی) چیز ہے؟ میں نے رسول ﷺ پر بھوک کا شدید اثر دیکھا ہے (یہ سن کر) میری بیوی نے ایک تھیلا نکال کر دیا جس میں تقریباً ساڑے چار کلو جو تھا اور ہمارے ہاں بکری کا (یا گھر کی پلی ہوئی بھیڑ کا) ایک چھوٹا سا بچہ تھا، میں نے اس کو ذبح کیا اور میری بیوی نے آٹا پیسا اور پھر ہم نے گوشت کو ہانڈی میں ڈال کر (چولھے پر) چڑھا دیا پھر میں نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ ﷺ سے چھپکے سے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا ہے اور میری بیوی نے تقریباً ساڑے چار کلو جو پیسا ہے (اس طرح کچھ لوگوں کے لئے تو میں نے کھانا تیار کرا لیا ہے) اب آپ ﷺ چند لوگوں کے ساتھ تشریف لے چلئے یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے با آوازِ بلند اعلان کیا کہ خندق والو! چلو..... جابر رضی اللہ عنہ نے تمھاری ضیافت کے لئے کھانا تیار کیا ہے، جلدی چلو۔ پھر آپ ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا (کہ تم جا کر کھانے کا انتظام کرو لیکن) اپنی ہانڈی چولھے سے نہ اُتارنا اور نہ آٹا پکانا جب تک میں نہ آجاؤں پھر آپ ﷺ (اپنے تمام ساتھیوں سمیت میرے ہاں تشریف لائے، میں نے گوندھا ہوا آٹا آپ ﷺ کے سامنے لاکر رکھ دیا، آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی اور پھر ہانڈی کی طرف بڑھے اور اس میں بھی لعابِ دہن ڈال کر برکت کی دعا فرمائی، اس کے بعد آپ ﷺ نے میری بیوی کے بارے میں فرمایا کہ روٹی پکانے والی کو بلا لاؤ تا کہ وہ تمھارے ساتھ روٹی پکا کر دیتی رہے اور چمچے سے ہانڈی میں سے سالن نکالتے رہو لیکن ہانڈی کو چولھے پر رہنے دینا (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت خندق والے ایک ہزار آدمی تھے جو تین دن سے بھوکے تھے) اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان سب نے (اس کھانے میں سے خوب شکم سیر ہوکر) کھایا لیکن کھانا (جوں کا توں) بچا رہا اور جب وہ سب لوگ واپس ہوئے تو ہانڈی اسی طرح چولھے پر پک رہی تھی جیسے کہ پہلی تھی اور آٹا اسی طرح پکایا جا رہا تھا جیسے کہ وہ شروع میں تھا۔

واقعہ نمبر۲: حدیبیہ کے دن پانی میں برکت کا قصہ

عن جابر ﷛ قال: عطش الناس يوم الحديبية و رسول الله ﷺ بين يديه ركوة فتوضأ منها ثم أقبل الناس نحوه قالوا: ليس عندنا ماء نتو ضأ به و نشرب الا ما فی ركوتک، فوضع النبی ﷺ يده فی الركوة، فجعل الماء يفور من بين أصابعه كأمثال العيون قال: فشربنا و توضأنا قيل لجابر: كم كنتم؟ قال: لو كنا مائة الف لكفانا كنا خمس عشرة مائة (متفق عليه، المشكوة ۲/۵۳۲)

حضرت جابر ﷛ کہتے ہیں کہ مقامِ حدیبیہ میں (ایک دن ایسا ہوا کہ پانی کی شدید قلت کے سبب) لوگوں کو سخت پیاس کا سامنا کرنا پڑا، اس وقت آپ ﷺ کے پاس ایک لوٹا تھا، جس سے آپ ﷺ نے وضو فرمایا تھا (اوراس میں بہت تھوڑا سا پانی بچا) لوگوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ ہمارے لشکر میں پینے اور وضو کرنے کے لئے بالکل پانی نہیں ہے، پس وہی تھوڑا سا پانی ہے جو آپ ﷺ کے لوٹے میں بچ گیا ہے (اور ظاہر ہے اس سے سب لوگوں کا کام نہیں چل سکتا) آپ ﷺ نے (یہ سن کر) اپنا دستِ مبارک اس لوٹے کے اندر یا اس کے منہ میں ڈال دیا اور آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے اس طرح پانی ابلنے لگا جیسے چشمے جاری ہو گئے ہوں۔ حضرت جابر ﷛ کا بیان ہے کہ ہم سب لوگوں نے خوب پانی پیا اور وضو کیا۔ حضرت جابر ﷛ سے پوچھا کہ اس موقع پر تم سب کتنے آدمی تھے؟ تو انھوں نے کہا کہ اگر ہم ایک لاکھ (آدمی بھی) ہوتے تو بھی وہ پانی کافی ہوتا، ویسے اس وقت ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔

واقعہ نمبر۳: تھوڑا سا پانی چالیس افراد کے لئے کافی ہو جانا

و عن عوف عن أبی رجآء عن عمران بن حصين: قال: كنا فی سفر مع النبی ﷺ فاشتكى اليه الناس من العطش، فنزل فدعا فلانا كان يسميه أبو رحاء، و نسيه عوف، و دعا عليا فقال: اذهبا فابتغيا المآء، فانطلقا فتلقيا امرأة بين مزارتين أو سطيحتين من مآء فجآء ا بها الی النبی ﷺ فاستنزلو ها عن بعير ها و دعا النبی ﷺ بانآء ففرغ فيه من أفواه المزارتين و نودی فی الناس اسقوا فاستقوا، قال: فشربنا عطا شا أربعين رجلاً حتى روينا

فملأ نا کل قربة معنا و اداوة و ایم الله لقد اقلع عنها و انه لیخیل الینا أنها أشد ملئة منها حین ابتدئ (متفق علیه، المشکوۃ ۲/ ۵۳۲)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک سفر میں ہم (کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم) نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، ایک موقع پر لوگوں نے آپ ﷺ سے (پانی نہ ہونے کے سبب) پیاس کی شکایت کی، آپ ﷺ (یہ سن کر) اس جگہ اتر پڑے اور فلاں شخص کو بلایا...... نیز آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی طلب کیا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ جاؤ پانی تلاش کرو، چنانچہ وہ دونوں (پانی کی تلاش میں ادھر اُدھر پھرنے لگے) انھوں نے ایک جگہ ایک عورت کو دیکھا جو اونٹ پر (لٹکے ہوئے) دو مشکیزوں کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی، دونوں حضرات اس عورت کو (اس کے مشکیزے سمیت) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے آئے اور پھر اس عورت کو (یا جیسے کہ بعض حضرات نے لکھا ہے اس کے مشکیزے کو) اونٹ سے اتارا گیا، نبی کریم ﷺ نے ایک برتن منگا کر اس میں دونوں مشکیزوں کے دہانوں سے پانی انڈیلنے کا حکم دیا اور پھر لوگوں کو آواز دی گئی کہ آؤ پانی پیو اور پلاؤ) اور اپنی اپنی ضرورت کے مطابق لے لو، چنانچہ سب لوگوں نے خوب پانی پیا (اور اپنے اپنے برتنوں میں اچھی طرح بھر دیا) حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت ہم لوگ چالیس آدمی تھے جو بری طرح پیاسے تھے ہم سب نے اس برتن میں سے خوب سیر ہو کر پانی پیا بھی اور اپنی اپنی مشکیں اور چھاگلیں، اچھی طرح بھر لیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جب ہم لوگوں کو روک دیا گیا (یعنی جب ہم پانی لے لے کر اس برتن کے پاس سے ہٹے) تو ہم نے محسوس کیا کہ چھاگل پہلے سے زیادہ بھری ہوئی ہے۔

واقعہ نمبر ۴: کپی میں برکت کا قصہ

و عن جابر رضی اللہ عنہ قال: ان أم مالک کانت تهدی للنبی ﷺ فی عکة لها سمنا فیأتیها بنوها فیسألون الأدم و لیس عند هم شیء فتعمد الیٰ الذی کانت تهدی فیه للنبی ﷺ فتجد فیه سمنا فما زال یقیم لها أدم بیتها حتی عصرته فأتت النبی ﷺ، فقال: عصرتیها قالت: نعم قال: لو ترکتیها مازال قائما (رواہ مسلم، المشکوۃ ۲/ ۵۳۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک انصاری صحابیہ) حضرت ام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم

ﷺ کی خدمت میں ایک کپی میں گھی کا ہدیہ بھیجا کرتی تھی، (چنانچہ اس کپی میں اتنی برکت آ گئی تھی کہ) جب ام مالک کے بیٹے (گھر میں) آ کر روٹی کے ساتھ کھانے کے لئے کوئی سالن مانگتے اور ان کے پاس کوئی سالن موجود نہیں ہوتا تھا (کیونکہ روغن و گھی میں سے ان کے پاس جو کچھ بھی ہوتا تھا اس کو وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا کرتی تھی) تو ام مالک کا آسرا وہی کپی بنتی تھی جس میں وہ نبی کریم ﷺ کے لئے گھی بھیجا کرتی تھیں (یعنی وہ اس کپی کو اٹھا کر اس میں گھی دیکھتیں) اور ان کو اس میں سے گھی مل جاتا تھا (کافی دنوں تک) یہی سلسلہ جاری رہا کہ اس کپی میں لگا ہوا گھی ان کے پورے گھر کے لئے سالن کی ضرورت پوری کر دیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت ام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (زیادہ گھی حاصل کرنے کی خاطر) اس کپی کو پوری طرح نچوڑ لیا (یعنی اس کپی میں جو گھی لگا ہوا تھا اس کو نچوڑ نچوڑ کر سارا نکال لیا، اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ اس کی برکت سے محروم ہو گئیں اور گھر والوں کو روٹی کھانے کے لئے جس چیز کا سہارا تھا، وہ ملنی بند ہو گئی کیونکہ حرص اور طمع ہے ہی بری بلا، جس سے آخر الامر محرومی کے علاوہ کچھ نہیں ملتا) ام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچیں (اور یہ ماجرہ بیان کیا) آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے اس گھی کی کپی کو پورا نچوڑ لیا تھا؟ انھوں نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم کپی کو اس طرح نہ نچوڑتیں تو ہمیشہ تمہیں اس کپی سے سالن (گھی) ملا کرتا (کیونکہ اس کپی میں ذرا سا بھی گھی لگا رہتا تو اس میں برکت اترتی رہتی اور جب کسی چیز میں برکت اترتی ہے تو وہ چیز کتنی ہی ذرا سی کیوں نہ ہو بڑھ کر بہت ہو جاتی ہے)۔

واقعہ نمبر ۵: کھانے میں برکت کا معجزہ

و عن أنس قال: قال أبو طلحة لأم سليم: لقد سمعت صوت رسول الله ﷺ ضعيفاً أعرف فيه الجوع فهل عندك من شيء؟ فقالت: نعم فأخرجت اقراصا من شعير ثم أخرجت خمارا لها فلفّت الخبز ببعضه ثم دسته تحت يدى لاثتنى ببعضه ثم أرسلتنى الى رسول الله ﷺ فذهبت به فوجدت رسول الله ﷺ فى المسجد و معه الناس فسلمت عليهم فقال لى رسول الله ﷺ: أرسلك أبو طلحة؟ قلت: نعم قال: بطعام؟ قلت: نعم فقال رسول الله ﷺ: لمن معه قوموا فانطلق و انطلقت بين أيديهم حتى جئت أبا طلحة

فأخبرته فقال ابو طلحة: یاام سلیم! قد جآء رسول الله ﷺ بالناس و لیس عندنا ما نطعمهم فقالت: الله و رسوله أعلم، فانطلق أبو طلحة حتی لقی رسول الله ﷺ فأقبل رسول الله ﷺ وأبو طلحة معه فقال رسول الله ﷺ: هَلُمّی یا أم سلیم! ما عندک؟ فأتت بذلک الخبز فأمربه رسول الله ﷺ فَفُتَّ و عصرت أم سلیم عکة فأدمته ثم قال رسول الله ﷺ فیه ما شاء الله أن یقول، ثم قال: ائذن لعشرة فأذن لهم فاکلوا حتی شبعوا ثم خرجوا ثم قال ائذن لعشرة ثم لعشرة فاکل القوم کلهم و شبعوا والقوم سبعون أوثمانون رجلا (متفق علیه، المشکوة ۲/۵۳۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) ابوطلحہ انصاری جو میرے سوتیلے باپ تھے، گھر میں آ کر میری ماں ام سلیم سے کہنے لگے، کہ (آج) میں نے رسول کریم ﷺ کی آواز میں بڑی کمزوری محسوس کی جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ آپ بھوکے ہیں، کیا تمھارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ ام سلیم نے جواب دیا کہ ہاں کچھ ہے، اور پھر انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں، اور پھر اپنی اوڑھنی لی اور اس کے ایک حصہ میں تو روٹیوں کو لپیٹا اور ایک حصہ سے میرے سر کو لپیٹ دیا اور پھر اوڑھنی میں لپٹی ہوئی ان روٹیوں کو میرے ہاتھ کے نیچے چھپایا اور مجھے رسول کریم ﷺ کے پاس بھیجا۔ میں وہ روٹیاں لے کر پہنچا تو رسول اللہ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے اور بہت سارے لوگ (جن کی تعداد اسی ۸۰ تھی) آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، میں نے سب کو سلام کیا رسول کریم ﷺ نے (سلام کا جواب دینے کے بعد) مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہیں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! پھر رسول کریم رضی اللہ عنہ نے کھانے کے ساتھ؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، میرا جواب (سنکر) آپ ﷺ نے ان لوگوں سے جو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، فرمایا کہ اٹھو (ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر چلو) اس کے بعد آنحضرت ﷺ اور وہ تمام لوگ (ابوطلحہ ﷺ کے گھر کی طرف) روانہ ہوئے اور میں بھی آپ ﷺ کے آگے چل پڑا (جیسا کہ خادم اور میزبان آگے آگے چلتے ہیں، یا اس خیال سے آگے چلا کہ پہلے پہنچ کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے کی اطلاع کردوں) چنانچہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر ان کو (آپ ﷺ کی تشریف آوری کی) خبر دی، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے (آنحضرت ﷺ کے ساتھ اتنے زیادہ آدمیوں کے آنے کی خبر سنی تو) بولے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا! رسول کریم ﷺ تشریف لا رہے ہیں، اور آپ ﷺ کے

ساتھ صحابہ بھی ہیں، جبکہ ہمارے پاس (ان چند روٹیوں کے علاوہ کہ جو ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجی تھیں) اتنے سارے آدمیوں کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے، ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں...... پھر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ (آنحضرت ﷺ کے استقبال کے لئے) گھر سے باہر نکلے اور (راستہ میں پہنچ کر) رسول کریم ﷺ سے ملاقات کی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور (گھر میں پہنچ کر) فرمایا کہ: اے ام سلیم! (اس قسم روٹی) جو کچھ تمہارے پاس ہے، لاؤ۔ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ روٹیاں جوان کے پاس تھیں، لاکر (آپ ﷺ کے سامنے) رکھ دیں، آنحضرت ﷺ نے (ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو یا کسی اور کو حکم دیا کہ وہ روٹیوں کو توڑ توڑ کر چورا کر دیں، چنانچہ ان روٹیوں کو چورا کیا گیا اور ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (گھی کی) کپی کو نچوڑ کر گھی نکالا اور اس کو سالن کے طور پر رکھا، اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے اس روٹی سالن کے بارے میں وہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے کہلانا چاہا۔ پھر آپ ﷺ نے (مجھے یا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو اور یا کسی دوسرے کو) حکم دیا کہ دس آدمیوں کو بلاؤ، چنانچہ دس آدمیوں کو بلایا گیا، اور انھوں نے پیٹ بھر کر کھایا، پھر جب وہ دس آدمی اٹھ کر چلے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (اسی طرح) دس آدمیوں کو بلوا کر کھلاتے رہو (اور دس دس آدمیوں کو بلوا کر کھلایا جاتا رہا) یہاں تک کہ تمام لوگوں نے اس تھوڑے سے کھانے میں خوب سیر ہو کر کھایا اور یہ سب ستر یا اسی آدمی تھے۔

واقعہ نمبر۶: کھجوروں میں برکت کا معجزہ

و عن جابر رضی اللہ عنہ قال: تو فی أبی و علیه دین فعرضت علی غرمائه أن یا خذوا التمر بما علیه فأبوا فأتیت النبی ﷺ فقلت: قد علمت أن والدی قد استشهد یوم أحد و ترک دینا کثیرا و أنی أحب أن یراک الغرمآء فقال: لی اذهب فبیدر کل ثمر علی نا حیة ففعلتُ ثُم دعوته فلما نظروا الیه کانهم اُغْرُوْا بی تلک الساعة فلما راٰی ما یصنعون طاف حول أعظمها بیدرًا ثلٰث مرات ثم جلس علیه ثم قال: ادع لی أصحابک فما زال یکیل لهم حتی أدی الله عن والدی أمانته و أنا أرضیٰ أن یؤدی الله أمانة والدی و لا أرجع الی أخواتی بتمرة فسلم الله البیادر کلها و حتی أنی أنظر الی البیدر الذی کان

علیه النبی ﷺ کانها لم تنقص تمرة واحدة (رواه البخاری، المشکوة ۵۳۶/۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میرے والد کی وفات ہوئی تو ان کے ذمہ بہت سا قرضہ تھا، چنانچہ میں نے ان کے قرض خواہوں کو پیشکش کی کہ ہمارے پاس جتنی کھجوریں ہیں وہ سب اس قرض کے بدلے میں جو میرے والد پر تھا، لے لیں، لیکن انھوں نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا (کیونکہ قرض خواہ، جو کہ یہودی تھے ان کھجوروں کو اپنے دیئے ہوئے قرض کے مقابلے میں بہت کم جانتے تھے) آخر کا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ﷺ کو معلوم ہے میرے والد اُحد کی جنگ میں شہید ہو گئے ہیں اور انھوں نے بہت سا قرض چھوڑا ہے، میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ ﷺ کو (میرے پاس) دیکھیں (یعنی ایسی صورت ہو کہ جب قرض خواہ میرے پاس آئیں تو آپ ﷺ تشریف فرما ہوں تا کہ وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر میرے ساتھ کوئی رعایت کر دیں) آپ ﷺ نے (یہ سن کر) مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور ہر قسم کی کھجور کی الگ الگ ڈھیری بنا لو، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا (کہ میرے پاس جتنی کھجوریں تھیں سب کو الگ الگ ڈھیریوں میں کر دیا) اور اس کے بعد آنحضرت کو بلایا۔ قرض خواہوں نے آنحضرت ﷺ کو تشریف لاتے دیکھا تو اس وقت انہوں نے فوراً ایسا رویہ اختیار کر لیا جیسے وہ مجھ پر حاوی ہو گئے ہوں (یعنی انھوں نے یہ گمان کر لیا کہ آنحضرت ﷺ کلی یا جزوی طور پر قرض معاف کرنے کی ہمیں تلقین کریں گے یا کچھ اور دنوں تک صبر کرنے کا مشورہ دیں گے، لہٰذا آنحضرت ﷺ کو دیکھتے ہی انہوں نے مجھ پر برسنا اور بڑے لب و لہجہ میں قرض کی واپسی کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا اور اس طرح انہوں نے پہلے ہی سے اپنا ایسا رویہ ظاہر کیا جیسے وہ بتانا چاہتے ہوں کہ پورے قرض کی فوری واپسی کے علاوہ اور کسی بات پر تیار نہیں ہیں، آنحضرت ﷺ نے جب ان قرض خواہوں کا یہ رویہ دیکھا (تو ان سے کچھ کہے بغیر) کھجوروں کی سب سے بڑی ڈھیری کے گرد تین بار چکر لگایا اور پھر ڈھیری پر بیٹھ کر (مجھ سے) فرمایا کہ اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ (جب وہ آ گئے تو) آپ ﷺ کے حکم سے اس ڈھیری میں سے ناپ ناپ کر قرض خواہوں کو دینا شروع ہوا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا تمام قرضہ ادا کرا دیا اگر چہ میری خوشی کے لئے یہی کیا کم تھا کہ اللہ تعالیٰ میری ان کھجوروں سے میرے والد کا تمام قرضہ ادا کر دیتا خواہ اپنی بہنوں کے پاس لے جانے کے لئے ایک کھجور بھی باقی نہ بچتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے تو (آنحضرت ﷺ کے معجزے

سے) ساری ڈھیروں کو محفوظ رکھا اور جس ڈھیری پر نبی کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے میں نے اس کی طرف نظر اٹھائی تو ایسا لگا کہ اس میں سے ایک بھی کھجور کم نہیں ہوئی ہے (اور جب اس ڈھیری ہی میں سے کچھ کم نہ ہوا جس میں سے ان قرض خواہوں کو ان کے مطالبہ کے بقدر دیا گیا تھا تو باقی ڈھیریاں بدرجہ اولیٰ محفوظ اور سالم رہیں ۔)

واقعہ نمبر ۷: تبوک میں کھانے کی برکت کا معجزہ

و عن أبي هريرة قال: لما كان يوم غزوة تبوك أصاب الناس مجاعة، فقال عمر: يا رسول الله! ادعهم بفضل أزوادهم ثم ادع الله لهم عليها بالبركة فقال: نعم فدعا بنطع فبسط ثم دعا بفضل أزوادهم فجعل الرجل يجيء بكف ذرة و يجيء الآخر بكف تمر و يجيء الأخر بكسرة حتىٰ اجتمع على النطع شيء يسير فدعا رسول الله ﷺ بالبركة ثم قال: خذوا في أوعيتكم فأخذوا في أوعيتهم حتىٰ ما تركوا في العسكر وعاء الا ملأوه قال: فأكلوا حتى شبعوا و فضلت فضلة فقال رسول الله ﷺ: أشهد أن لا الٰه الا الله و أني رسول الله لا يلقى الله بهما عبد غير شاك فيحجب عن الجنة (رواه مسلم، المشكوة ۲/۵۳۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے دن (توشہ کی کمی کے سبب) جب سخت بھوک نے لوگوں کو ستایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو تھوڑا بہت توشہ لوگوں کے پاس بچا ہوا ہے اس کو منگوا لیجئے اور پھر اس توشہ پر ان کے لئے اللہ سے برکت کی دعا فرمائیے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اچھا......اور پھر آپ ﷺ نے چمڑے کا دسترخوان منگوا کر بچھوایا اور لوگوں سے ان کا بچا ہوا توشہ لانے کے لئے کہا گیا چنانچہ لوگوں نے چیزیں لانا شروع کیں، کوئی مٹھی بھر چنے لے کر آیا، کوئی مٹھی بھر کھجور لے کر آیا، اور کوئی روٹی کا ٹکڑا لایا، اس طرح اس دسترخوان پر کچھ تھوڑی سے چیزیں جمع ہوگئیں تو رسول کریم ﷺ نے نزول برکت کی دعا فرمائی اور پھر (سب لوگوں سے) فرمایا لو (جس کا جتنا جی چاہے اس میں سے اپنا برتن بھر لو) چنانچہ لوگوں نے اپنے اپنے برتن میں لینا شروع کیا یہاں تک کہ لشکر میں کوئی ایسا برتن نہیں بچا جس کو بھر نہ لیا گیا ہو......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر سارے لشکر نے (جو تقریباً ایک لاکھ مجاہدین پر مشتمل تھا) خوب پیٹ بھر کر کھایا اور پھر بھی بہت سارا کھانا بچا رہا......اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کے اللہ تعالیٰ

کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ بلا شبہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں...... (اور یاد رکھو) ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص ان دوگروہوں کے ساتھ کہ جن میں اس کو کوئی شک وشبہ نہ ہو، اللہ تعالیٰ سے جا کر ملے اور پھر اس کو جنت میں جانے سے روکا جائے۔

واقعہ نمبر۸: برکت کا ایک اور معجزہ

و عن جابر ﷺ أن رسول الله ﷺ جاءه رجل يستطعمه فأطعمه شطر وسق شعير فما زال الرجل يأكل منه و امر اته و ضيفهما حتى كاله ففنى فأتى النبى ﷺ، فقال: لو لم تكله لأكلتم منه و لقام لكم (رواه مسلم، المشكوة ۲/۵۴۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہوکر کھانا مانگا، آپ ﷺ نے اسے آدھا وسق جو عطا فرمائے (اس نے وہ جو لے کر گھر میں رکھ دیئے اور پھر) نہ صرف وہ شخص بلکہ اس کی بیوی اور ان دونوں کے (ہاں آنے جانے والے) مہمان مستقل اس جو میں سے لے کر کھاتے تھے (لیکن وہ جو ختم نہیں ہوتا تھا) یہاں تک کہ ایک دن اس شخص نے (باقی ماندہ) جو کو تول لیا (جس کا اثر یہ ہوا کہ) پھر وہ جو بہت جلد ختم ہوگئے، اس کے بعد وہ شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا (اور صورتِ حال عرض کی، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اس جو کو نہ تولتے تو تم لوگ ہمیشہ اس جو میں سے لے کر کھاتے رہتے اور (میری برکت کے سبب) وہ (جوں کا توں) تمہارے پاس باقی رہتے۔

واقعہ نمبر۹: کھانے میں اضافہ کا کرشمہ

عن عبد الرحمن بن أبى بكر قال: ان أصحاب الصفة كانوا انا سا فقراء و ان النبى ﷺ قال: من كان عنده طعام اثنين فليذ هب بثالث و من كان عنده طعام أربعة فليذهب بخامس أو سادس و ان ابا بكر جاء بثلٰثة و انطلق النبى ﷺ بعشرة و ان أبا بكر تعشىٰ عند النبى ﷺ ثم لبث حتى صليت العشاء ثم رجع فلبث حتى تعشى النبى ﷺ فجاء بعد ما مضىٰ من الليل ما شاء الله قالت له امرأته: ما حبسك عن اضيا فك؟ قال: أو ما عشيتهم؟ قالت: أبوا حتىٰ تجىء فغضب و قال: و الله لا أطعمه أبداً فحلفت المرأة أن

لا تطعمه و حلف الأضياف أن لا يطعموه قال ابو بكر: كان هذا من الشيطٰن فدعا بالطعام فأكل و أكلو افجعلوا لايرفعون لقمة الا ربت من أسفلها أكثر منها فقال لامراته: يا اخت بني فراس! ما هذا؟ قالت: و قرّة عيني! انها الآن لأكثر منها قبل ذلك بثلٰث مرار فأكلوا و بعث بها الى النبي ﷺ فذكر أنه أكل منها (متفق عليه، المشكوة ۲/۵۴۴)

حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اصحاب صُفّہ مفلس لوگ تھے (جن کے خورد ونوش کا انتظام تمام مسلمان اپنی اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک دن رسول کریم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: جس شخص کے ہاں (اپنے اہل وعیال کے علاوہ) دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے شخص کو (اصحاب صفہ میں سے) لے جائے اور جس شخص کے ہاں چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں شخص کو (اصحاب صفہ میں سے) لے جائے، یا چھٹے شخص کو بھی لے جائے، (یہ سن کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تین آدمیوں کو لیا اور خود نبی کریم ﷺ کے ہاں کھایا اور پھر (کھانے کے بعد بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز ہوگئی (نماز کے بعد بھی اپنے گھر نہیں گئے بلکہ) آنحضرت ﷺ کے گھر چلے آئے اور اس وقت تک خدمتِ اقدس میں حاضر رہے، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے (اپنے مہمانوں کے ساتھ) کھانا کھالیا۔ اس کے بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر پہنچے تو رات کا کافی حصہ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا، گذر چکا تھا۔ اور اس وقت تک نہ صرف ان کے اہل وعیال بلکہ ان کے مہمان بھی گھر میں بیٹھے ان کا انتظار کرتے رہے، گھر میں ان کے داخل ہوتے ہی، ان کی بیوی نے کہا: کس چیز نے آپ کو اپنے مہمانوں سے روک رکھا تھا (یعنی آپ نے گھر آنے میں اتنی تاخیر کیوں کی جبکہ یہاں آپ کے مہمان کھانے کے لئے آپ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں؟) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے: تو کیا تم نے اب تک مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا؟ بیوی بولیں: ان مہمانوں نے آپ کے آنے تک کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا (تا کہ کھانے میں ان کے ساتھ آپ بھی شریک رہیں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر اپنے گھر والوں پر سخت غضبناک ہوئے کیوں کہ ان کو یہ خیال گزرا کہ گھر والوں ہی کی کوتاہی ہے جو انھوں نے اصرار کر کے مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا چنانچہ انہوں نے (اپنی نارضگی کا اظہار کرنے کے لئے) کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں یہ کھانا ہرگز نہیں کھاؤں گا پھر ان کی بیوی نے بھی قسم کھالی کہ وہ اس کھانے کو ہرگز نہیں کھائیں گی اور مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ وہ بھی اس کھانے کو (یا تو مطلق یا تنہا) نہیں کھائیں گے پھر

(چند ہی لمحوں بعد) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میرا اس طرح غضبناک ہوجانا اور قسم کھالینا (کوئی موزوں بات نہیں ہے بلکہ) شیطان (کے بہکا دینے کے سبب) سے تھا (جس پر مجھے اب سخت پشیمانی ہورہی ہے اور میں اپنے اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں، یہ کہہ کر) انھوں نے کھانا منگایا اور پھر سب لوگوں نے یعنی خود انھوں نے ان کے گھر والوں نے اور ان کے مہمانوں نے کھانا کھایا (کھانے کے دوران یہ عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے مہمان (برتن سے منہ کی طرف) جو لقمہ بھی اٹھاتے تھے اس کی جگہ کھانا اور بڑھ جاتا تھا (یعنی جب وہ لقمہ اٹھاتے تو برتن میں اس لقمہ کی جگہ کھانا کم ہونے کے بجائے پہلے سے بھی زیادہ ہوجاتا تھا) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (یہ حیرت انگیز بات دیکھ کر) اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہا: ارے بنوفراس کی بہن! ذرا دیکھنا یہ کیسا عجیب معاملہ ہے؟ بیوی بولیں: اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم (میں خود بھی حیرت سے دیکھی جارہی ہوں) یہ کھانے کا برتن جتنا پہلے بھرا ہوا تھا اس سے چند زیادہ اب بھرا ہوا ہے بہرحال سب نے (خوب سیر ہوکر) کھانا کھایا اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ کھانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی بھیجا، اور بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھانے میں سے تناول فرمایا۔

واقعہ نمبر ۱۰: کھجوروں میں برکت کا معجزہ

و عن أبی هريرة قال: أتيت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتمرات فقلت: يا رسول الله! ادع الله فيهن بالبركة فضمهن ثم دعا لی فيهن بالبركة قال: خذهن فاجعلهن فی مزودک كلما أردت أن تأخذ منه شيئا فأدخل فيه يدک فخذه و لا تنثر نثراً فقد حلمت من ذلک التمر كذا و كذا من وسق فی سبيل الله فكنا نأكل منه و نطعم و كان لايفارق حقوی حتی كان يوم قتل عثمان فانه انقطع (رواه الترمذی، المشكوة ۲/۵۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اکیس) کھجوریں لے کر آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا سے ان کھجوروں کے بارے میں برکت کی دعا فرما دیجئے...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو اپنے ہاتھ میں لیا (یا یہ کہ ان کھجوروں پر اپنا ہاتھ رکھا) اور پھر میرے لئے ان کھجوروں میں برکت کی (اور ان کھجوروں کے کھانے میں کثرتِ خیر کی اور ان کے باقی رہنے کی) دعا فرمائی اور اس کے بعد

فرمایا: لواوران کھجوروں کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو، جب تم ان میں سے کچھ لینا چاہو تو توشہ دان میں اپنا ہاتھ ڈالو اور نکال لو اور اس توشہ دان کو جھاڑ کر کبھی خالی نہ کرنا...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے (آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق ان کھجوروں کو ایک توشہ دان میں رکھ لیا اور پھر ان چند کھجوروں میں اتنی برکت دیکھی کہ اس توشہ دان سے نکال نکال کر) اتنے اتنے وسق کھجوریں خدا کی راہ میں خرچ کر دیں اور ہم (یعنی میرے دوست واحباب) ان کھجوروں میں سے کھاتے اور کھلاتے رہتے تھے، وہ توشہ دان میری کمر (پر بندھا رہتا تھا جہاں) سے کسی وقت الگ نہ ہوتا تھا، یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے دن وہ توشہ دان میری کمر سے گر پڑا (اور ضائع ہو گیا)

﴿تقویٰ کا تیسرا انعام......اور......واقعات﴾

واقعہ نمبر ۱: غارِ ثور کا قصہ

عن أنس بن مالک أن أبابکر الصدیق قال: نظرت الیٰ أقدام المشرکین علی رؤوسنا و نحن فی الغار فقلت: یا رسول الله! لو أن أحد هم نظر الیٰ قدمه أبصرنا فقال: یا أبابکر! ما ظنک باثنین الله ثالثهما (متفق علیه، المشکوة ۲/۵۳۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: جب ہم غار میں چھپے ہوئے تھے اور میں نے مشرکوں کے پیروں کی طرف دیکھا...... گویا ہمارے سروں پر تھے...... تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی نظر اپنے پیروں کی طرف چلی گئی تو ہم کو دیکھ لے گا۔ آپ ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا: اُن دو شخصوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا ساتھی اللہ ہو۔

واقعہ نمبر ۲: دشمن سے حفاظت کا قصّہ

و عن البرآء بن عازبٍ عن أبیه انه قال لأبی بکر: یا أبابکر! حدثنی کیف صنعتما حینما سریت مع رسول الله ﷺ؟ قال سرینا لیلتنا من الغد حتیٰ قام قائم الظهیرة و خلا الطریق لا یمر فیه أحد فرفعت لنا صخرة طویلة لها ظل لم یَأت علیها الشمس فنزلنا عند ها و سویت للنبی ﷺ مکانا بیدی ینام علیه و بسطت علیه فروة و قلت: نَم یا

رسـول الله! و أنا أنفض ما حولک فنام و خرجت أنفض ما حوله فاذا براع مقبل قلت: أ في غنمک لبن؟ قال: نعم قلت: أ فتحلب؟ قال: نعم فأخذ شاة فحلب في قعب كتبة من لبـن و معي أداوة حملتها للنبيﷺ يـرتوى فيها يشرب و يتوضأ فأتيت النبيﷺ فكرهت أن أوقـظـه فـوافـقتـه حتـى استيـقـط فصببت من الماء علىٰ اللبن حتى برد أسفله فقلت: اشرب يا رسول الله! فشرب حتى رضيت ثم قال: أ لم يان للرحيل؟ قلت: بلى! فارتحلنا بـعـد مـا مـالـت الشـمـس و اتبعنا سراقة بن مالک، فقلت: أتينا يا رسول الله! فقال: لا تحزن ان الله معنا، فدعا عليه النبي ﷺ فارتطمت به فرسه الى بطنها في جلد من الأرض فقال: انى أراكما دعوتما على فادعوا لي فالله لكما ان أرد عنكما الطلب فدعا له النبي ﷺ فنجا فجعل لا يلقىٰ أحدا الا قال: كفيتم ما هٰهنا فلا يلقىٰ أحدا الا رده.

(متفق عليه، المشكوة ۲/ ۵۳۰)

حضرت براء بن عازب ؓ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے پوچھا کہ اے ابوبکر! (جب آپ ﷺ نے ہجرت کے ارادہ سے مکہ چھوڑا اور مدینہ روانہ ہوئے اور) تم نے رات میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ سفر کیا تو (غار سے نکلنے کے بعد) تمہیں کیا کیا حالات، اور واردات پیش آئے؟ حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا: (غار سے نکل کر) ہم ساری رات چلتے رہے اور اگلے دن کا کچھ حصہ بھی (یعنی دوپہر تک) سفر میں گزرا، یہاں تک کہ جب ٹھیک دوپہر ہوگئی اور سورج ٹھہر گیا اور راستہ (آنے جانے والوں سے) بالکل خالی ہوگیا تو ہمیں ایک چٹان نظر آئی جس کے نیچے سایہ تھا اور سورج اس پر نہیں آیا تھا (یعنی اس چٹان کے نیچے جو کھوہ یا غار تھا اس میں دھوپ نہیں تھی) چنانچہ ہم اس چٹان کے نیچے اُتر گئے اور میں نے وہاں آپ ﷺ کے لئے ایک جگہ اپنے ہاتھوں سے ہموار اور صاف کی تاکہ آپ ﷺ اس پر سو جائیں پھر میں نے اس جگہ پر پوستین بچھایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ یہاں سو جائیں، میں آپ ﷺ کے ادھر اُدھر نگرانی رکھوں گا کہ کسی طرف سے دشمن کا کوئی آدمی تو ہماری تلاش میں نہیں ہے، اگر کوئی ادھر آئے گا تو اس کو روکوں گا، رسول کریم ﷺ سو گئے اور میں وہاں سے نکل کر آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے چاروں طرف نگرانی رکھے ہوئے تھا کہ اچانک میں نے ایک چرواہے کو دیکھا جو سامنے سے آرہا تھا (جب وہ میرے

قریب آ گیا تو) میں نے پوچھا کہ کیا تمھاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں ہے، میں نے کہا: کیا تو دودھ دوہ کر دیگا؟ اس نے کہا: ہاں! پھر اس نے ایک بکری کو پکڑا اور لکڑی کے پیالے میں تھوڑا سا دودھ دوہ دیا میرے پاس ایک چھاگل تھی جو میں نے نبی کریم ﷺ کے استعمال کے لئے رکھی تھی، اس میں پانی رہتا تھا جو آپ ﷺ کے پینے اور وضو کے کام آتا تھا میں دودھ لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا...... آپ ﷺ سو رہے تھے، میں نے جگانا مناسب نہ سمجھا اور میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ سو گیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ خود بیدار ہوئے (اور میں بھی اٹھ گیا) اور پھر میں نے دودھ میں (اتنا) پانی ڈالا کہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ! نوش فرمایئے، آپ ﷺ نے وہ دودھ نوش فرمایا اور میں بہت خوش ہوا۔ اسکے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوچ کا وقت نہیں آیا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں...... آ گیا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پس ہم نے سورج ڈھلنے کے بعد (ٹھنڈے وقت میں) وہاں سے کوچ کیا اور (جب آگے سفر شروع ہوا تو) پیچھے سے سُراقہ بن مالک آ گیا میں (نے اس کو دیکھ کر) عرض کیا یا رسول اللہ! دشمن ہمیں پکڑنے آ گیا ہے...... آپ ﷺ نے فرمایا: ڈرو نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے سُراقہ کے لئے بددعا کی اور سُراقہ کا گھوڑا پیٹ تک اس سخت زمین میں دھنس گیا...... سُراقہ (اس صورتِ حال سے بدحواس ہو گیا اور) کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں، تم دونوں نے میرے لئے بددعا کی ہے، اب میری نجات اور خلاصی کے لئے بھی تم دعا کرو (یعنی مجھ کو اس گرفت سے نجات دلاؤ) میں اللہ کو گواہ بنا کر وعدہ کرتا ہوں کہ میں کفار کو تمہارے تعاقب سے روک دونگا...... چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی اور وہ اس گرفت سے نجات پا گیا...... پھر سُراقہ نے (اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے یہ کیا) کہ (آپ ﷺ کی تلاش میں مکہ سے روانہ ہونے والے کافروں میں سے) جو بھی کافر اس کو ملتا وہ اس سے کہتا کہ تمہارے لئے میرا تلاش کرنا کافی ہے (یعنی میں بہت دور سے محمد ﷺ کو تلاش کر کے دیکھ چکا ہوں ان کا کہیں پتہ نہیں چلا تم ان کو تلاش کرنے کی زحمت برداشت نہ کرو) سُراقہ کو جو شخص بھی ملتا اس کو وہ یہی کہہ کر واپس کر دیتا۔

واقعہ نمبر ۳: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت کا قصہ

فَلَمَّا تَرَائَى الْجَمْعَانِ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَى إِنَّا لَمُدْرَكُونَ قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي

سَيَهۡدِينِ (سورة شعرآء آیت ۶۲)

ترجمہ: پھر جب مقابل ہوئیں دونوں فوجیں، کہنے لگے موسیٰ (علیہ الصلوۃ والسلام) کے لوگ ہم تو پکڑے گئے کہا ہرگز نہیں، میرے ساتھ ہے میرا رب وہ مجھ کو راہ بتلائے گا۔

جب بحر قلزم کے کنارہ پر پہنچ کر بنی اسرائیل پار ہونے کی فکر کر رہے تھے کہ پیچھے سے فرعونی لشکر نظر آیا گھبرا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اب ان کے ہاتھ سے کیسے بچیں گے، آگے سمندر حائل اور پیچھے سے دشمن دبائے چلا جا رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر اطمینان رکھو، اس کی حمایت و نصرت میرے ساتھ ہے، وہ یقیناً ہمارے لئے کوئی راستہ نکال دے گا، ناممکن ہے کہ دشمن ہم کو پکڑ سکے۔ (تفسیر عثمانی ۴۸۱ ط: اردو بازار لاہور)

الغرض اس آیت میں تقویٰ حاصل کرنے والوں کے ساتھ معیت خداوندی کا ذکر ہے۔

﴿تقویٰ کا چوتھا انعام......اور......واقعات﴾

واقعہ نمبر ۱: ننانوے قتل کرنے والے کی مغفرت

و عن أبی سعيد الخدری قال: قال رسول الله ﷺ: كان فی بنی أسرائيل رجل قتل تسعة انسانا ثم خرج يسئل فأتی راهبا فسئاله فقال: أ له توبة؟ قال: لا فقتله و جعل يسئل فقال له رجل: ائت قرية كذا و كذا، فأدركه الموت فناء بصدره نحوها فاختصمت فيه ملائكة الرحمة و ملائكة العذاب فأوحی الله الی هذه أن تقربی و الی هذه أن تباعدی فقال: قيسوا ما بينهما فوجد الی هذه أقرب بشبر فغفرله (متفق عليه، المشكوة صـ۲۰۳)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل (حضرت موسی علیہ السلام کی قوم) میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا اور پھر (لوگوں سے یہ) پوچھنے نکلا (کہ اگر میں توبہ کرلوں تو وہ توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟) چنانچہ اس سلسلہ میں وہ ایک عابد و زاھد کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ کیا اس (اتنے بڑے گناہ سے یا اس اتنے بڑے گناہ کرنے والے ہی) کے لئے توبہ ہے؟ یعنی کیا اسکی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اس عابد و زاھد نے کہا کہ نہیں، اس شخص نے (یہ سنتے ہی) اس عابد و زاہد کو بھی قتل کر

دیا اور پھر (دوسرے لوگوں سے) پوچھتا پھرنے لگا تو ایک شخص نے اس سے کہا کہ تم فلاں بستی میں جاؤ وہ ایسی اور ایسی ہے۔(یعنی اس نے اس بستی کا نام لیا اور اسکی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ وہ بہت اچھی بستی ہے۔ وہاں ایک عالم رہتا ہے جو تمہیں تمہاری توبہ کے قبول ہونے کا فتوی دے گا) چنانچہ وہ شخص اس بستی کی طرف چل کھڑا ہوا ابھی آدھے ہی راستے پر پہنچ پایا تھا کہ اچانک اسے موت نے آدبوچا (چنانچہ اسے موت کی علامت محسوس ہوئی) تو اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف جھکا دیا اور پھر اس کی روح قبض کرنے کے وقت رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے ملک الموت سے جھگڑنے لگے، چنانچہ اللہ تعالی نے اس بستی کو (جس کی طرف وہ توبہ کرنے جا رہا تھا) حکم دیا کہ وہ میت کے قریب آجائے اور اس بستی کو جہاں سے وہ قتل کر کے آرہا تھا حکم دیا کہ وہ میت سے دور ہو جائے پھر اللہ تعالی نے ان فرشتوں سے فرمایا تم دونوں بستی کے درمیان پیمائش کرو اگر میت اس بستی کے قریب ہوگی جہاں وہ توبہ کے لئے جا رہا تھا تو اسے رحمت کے فرشتوں کے حوالہ کیا جائے گا، اور اگر اس بستی کے قریب ہو جہاں سے وہ قتل کر کے آرہا تھا تو عذاب کے فرشتوں کے حوالے کیا جائے گا۔ چنانچہ جب فرشتوں نے پیمائش کی تو وہ اُس بستی سے (جس کی طرف توبہ کے لئے جا رہا تھا) ایک بالشت قریب پایا بس حق تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

واقعہ نمبر۲: اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے گناہوں کا معاف ہو جانا

عن أبي هريرة قال: قال رسول اللهﷺ: قال رجل لم يعمل خيراً قطّ لأهله في رواية أسرف رجل على نفسه فلما حضره الموت أوصى بنيه اذا مات فحرّقوه ثم اذرووا نصفه في البر و نصفه في البحر فو الله لئن قدر الله عليه ليعذّبنه عذاباً لا يعذ به أحداً من العالمين فلما مات فعلوا ما أمرهم فأمر الله البحر فجمع ما فيه و أمر البر فجمع ما فيه ثم قال له: لم فعلت هذا؟ قال: من خشيتك يارب! و أنت أعلم فغفر له (متفق عليه، المشكوة ٢٠٧)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص تھا جس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی تھی، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس نے اپنے نفس پر زیادتی کی تھی یعنی بہت ہی زیادہ گناہ کئے تھے، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب وہ مر جائے تو اس کو جلا کر آدھی راکھ تو جنگل میں اڑا دینا اور آدھی راکھ دریا میں بہا دینا۔ قسم ہے خدا کی! اگر اللہ تعالیٰ نے اس (مجھ) سے مواخذہ کر لیا اور حساب میں سختی کی تو وہ ایسا عذاب دے گا کہ آج تک عالم کے لوگوں میں

سے کسی کو نہ دیا ہوگا، چنانچہ جب وہ شخص مر گیا تو اس کے بیٹوں نے اس کی وصیت کے مطابق عمل کیا (کہ اس کو جلا کر آدھی راکھ جنگل میں اڑا دی اور آدھی راکھ دریا میں بہا دی) اللہ تعالیٰ نے دریا کو (اس کی راکھ جمع کرنے کا حکم دیا اور اس نے وہ راکھ جو اس کے اندر تھی جمع کی اور جنگل کو حکم دیا اور اس نے بھی جو راکھ اس کے اندر تھی جمع کی) جب دریا اور جنگل نے اس کے اجزاء جمع کر لئے تو اس شخص کو ان اجزاء سے استوار کر کے حق تعالیٰ کے سامنے پیش کیا گیا، حق تعالیٰ نے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ پروردگار! تیرے خوف سے، تو حقیقتِ حال کو خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ سن کر اسے بخش دیا۔

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم کی چند کتابیں

- پانچ مسائل (متعلق بریلویت)
- غیر مقلدین کا اصلی چہرہ ان کی اپنی تحریرات کے آئینہ میں
- تراویح، فضائل، مسائل، تعداد رکعت
- حیلۂ اسقاط اور دُعا بعد نمازِ جنازہ
- اولاد اور والدین کے حقوق
- قربانی اور عیدین کے ضروری مسائل
- امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کے دلچسپ واقعات
- احکام حیض ونفاس واستحاضہ مع حج وعمرہ میں خواتین کے مسائل مخصوصہ
- درس ارشاد الصرف
- طلاق ثلاث
- منفرد اور مقتدی کی نماز اور قرآءۃ کا حکم
- خواتین کا اصلی زیور ستر اور پردہ ہے
- عباد الرحمٰن کے اوصاف
- استشارہ (مشورہ) واستخارہ کی اہمیت
- آٹھ مسائل
- اصلی زینت
- اسلام کی حقیقت اور سنت وبدعت کی وضاحت

ناشر
جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی
فون: 021-38259811 موبائل: 0333-2226051